بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ؕ

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو؟

(سورۃ غافر، آیت ۴۱) (ترجمہ از توضیح القرآن)

حکیم الامّت نمبر

ماہنامہ

راہِ نجات

بارہمولہ کشمیر

مدیر

منیر احمد وانی

Rs.25/=

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ویٰقَوْمِ مَالِیۡۤ اَدۡعُوۡکُمۡ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَی النَّارِ ؕ

(ترجمہ از توضیح القرآن)

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دے رہا ہوں، اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو؟ (سورہ مومن آیت نمبر ۴۱)

ماہنامہ

حکیم الامت نمبر

راہِ نجات

بارہمولہ کشمیر

جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲ بابتہ ماہ فروری [illegible]ء

سرپرست

عاصیؔ غلام نبی وانی

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، اونر

منیر احمد وانی

Scanned with OKEN Scanner

﴿زرِتعاون﴾

(فی شمارہ =/25روپے)(سالانہ =/300روپے)

(خصوصی تعاون قارئین کی صوابدید پر ہے)

﴿خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ﴾

دفتر ماہنامہ راہ نجات لون کمپلیکس متصل شیروانی میموریل ہال بارہمولہ کشمیر

PIN :- 193101 (J&K)

اگر اس دائرہ ⬭ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے لہٰذا اپنی خریداری کو جاری رکھنے کے لئے آئندہ کا زرتعاون ارسال فرمائیں۔

بانی وسرپرست: عاصی غلام نبی وانی 9797087730

نائب سرپرست: سالک بلال 9596002936

ایڈیٹر، اونر، پبلشر: منیر احمد وانی 9906518328

(نوٹ) راہِ نجات ایک خالص تحقیقی رسالہ ہے۔ مُتدیّن اہل علم وقلم حضرات کے تحقیقی مقالوں اور رشحاتِ قلم کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔ قدیم اور جدید کے صالح امتزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے امت مسلمہ کو اس پرآشوب دور میں صحیح حقائق سے باخبر رکھنا ہم وقت کی اہم اور اشد ضرورت سمجھتے ہیں۔

لیکن!

اس کے لئے جدید متدین دانشور طبقہ اور علوم اسلامیہ کے حاملین ووارثین علوم نبوت کو شانہ بہ شانہ ہوکر کام کرنا ہوگا۔ ادارہ راہِ نجات اس کارِعظیم کے لئے ایک پلیٹ فارم کی حیثیت سے کام کرنے کا عزم لئے ہوئے صحافتی دنیا میں کود پڑا ہے۔ خدا کرے ادارہ کا یہ دیرینہ خواب پورا ہوجائے۔

نوٹ

مدیر کا مقالہ نگار کی ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

اس شمارے میں

نمبر شمار	نام گوشہ	مضامین	مضامین نگار	صفحہ
۱	ادارت	پیش لفظ	مدیر	۴
		راہِ نجات کی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز	ایضاً	
۲	تحقیق	حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ ایک جامع شخصیت	عاصی غلام نبی	۷
۳	ادب اسلامی	نظم (در مدح حکیم الامتؒ)	عاصی غلام نبی	۴۹
		کلام اقبالؒ، کلام اکبر الہ آبادیؒ		۵۰
۴	تذکرۃ الصالحین	شاعر عرفانیات عزیز الحسن مجذوبؒ	ڈاکٹر فیض احمد	۵۱
۵	سوال وجواب	شرعی وفقہی اصطلاحات کی وضاحت سوال وجواب کی روشنی میں	عاصی غلام نبی	۵۵
۶	تصوف اسلامی	درس مثنوی	عاصی غلام نبی	۶۰
۷	مکتوبات مع اظہار رائے	مکتوب بنام راہِ نجات	غلام محمد سنوری	۶۳

Scanned with OKEN Scanner

پیش لفظ

نیک بندے اس دنیا میں اللہ کی طرف سے رحمت کا سایہ ہوتے ہیں۔ان ہی کے مبارک وجود سے یہ دنیا قائم ہے اور آگے بھی قائم رہے گی۔دین بھی ان ہی نیک نفوس کی پاکیزہ کوششوں سے چمکتا ہے اگر چہ اس کا حقیقی محافظ اللہ ہی ہے اور تا قیام قیامت اللہ ہی رہے گا۔اس دور اخیر میں اللہ نے اپنے بندوں پر رحم کھا کر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو پیدا فرمایا جن کی مبارک کوششوں سے دین کے ہر شعبے کو تقویت ملی۔عقل دنگ رہ جاتی ہے جب آدمی حکیم الامت کی تصانیف کا احاطہ کرنا چاہتا ہے۔اتنی مختصری زندگی میں اسلام کے جملہ شعبوں کے متعلق اللہ کے اس بندے نے جس طرح روشنی ڈالی ہے اور ہر ہر بات کو امکانی حد تک نکھارنے کی کوشش کی ہے وہ واقعی ان ہی کا حصہ ہے۔شریعت و طریقت دونوں میں رہبری کا حق ادا کیا۔ایک طرف سے شریعت کے ظاہری مسائل امداد الفتاویٰ اور بہشتی زیور کے ذریعے امت کو سمجھائے اور دوسری طرف کلید مثنوی کے ذریعے مولانا رومؒ کے علوم کو قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین کیا اور تصوف (جس کا تعلق انسان کے باطن سے ہے) کو اس طرح دل نشین انداز میں بیان کیا جس کو پڑھ کر ہر طالب علم تشفی پاتا ہے۔ایک خانقاہ میں بیٹھ کر سیاست، اسلامی حکومت اور دستور مملکت کے ایسے رموز بیان کئے کہ اگر مسلمان واقعی اس کو مشعل راہ بنائیں تو پوری دنیا سے فتنہ وفساد کا قلع قمع ہو جائے گا۔امت کو اسلاف اور ائمہ امت کے مقام سے آگاہ کیا جس سے گستاخی کرنے والوں کے منہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔حکیم الامت کے ان ہی اوصاف کے پیش نظر مولانا الیاسؒ نے فرمایا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ طریقہ تبلیغ تو میرا ہو اور تعلیم حضرت تھانویؒ کی ہو۔

ادارہ ''راہ نجات'' کی یہ خواہش تھی کہ حکیم الامتؒ کے متعلق ایک خاص شمارہ اجرا کیا جائے تاکہ عام لوگ بھی حضرت کے علمی اور عملی کارناموں سے آگاہ ہو جائیں۔اور ان کے فیض سے مستفید ہو جائیں'ہمارا اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر حکیم الامتؒ کے علوم کو آسان زبان میں منتقل کیا جائے تو عصر حاضر کے جتنے بھی مسائل ہیں ان کے حل میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ اگر ان کو عملایا جائے تو جس دلدل میں امت اس وقت پھنس گئی ہے اس سے انشاء اللہ ضرور نکل آئے گی اور راہِ نجات پر گامزن ہو جائے گی۔ان ہی احساسات اور جذبات کے ساتھ ہم یہ خصوصی شمارہ شائع کرتے ہیں۔امید ہے کہ قارئین

Scanned with OKEN Scanner

اس کو پسند فرمائیں گے اور اپنی نیک دعاؤں سے ہمیں یاد کریں گے۔ حضرت تھانوی نے لاتعداد چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں ان کا شمار کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ البتہ یہ رسالہ "مشتے نمونہ از خروارے" کا کام دے گا۔

سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو
جلال قیصری بخشا جمال خانقاہی کو
لکھے گا وقت آب زر سے تیرے کارناموں کو
مسلمان حفظ کرلیں کاش ان زریں پیاموں کو
تریسٹھ سال تک تو نے ہمیں تبلیغ فرمائی
یہی وہ عمر تھی جو سرور کونین نے پائی

(رمزی اٹاوی)

ایک ضروری اطلاع

کشمیر کی سرزمین نے چوٹی کی ہستیاں پیدا کی ہیں۔ جلیل القدر شعراء میں علامہ اقبال کا جو مرتبہ ہے سب ہی علم و ادب کے متوالے اس سے باخبر ہیں وہ بھی کشمیری الاصل تھے۔ علماء اہل حدیث میں قاضی ثناء اللہ امرتسری کا جو مرتبہ ہے اس سے بھی اہل علم بے خبر نہیں۔ وہ بھی کشمیری الاصل تھے۔ تحریک احرار کے روح رواں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی کشمیری الاصل تھے۔ اسی طرح علماء دیوبند میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کا جو مقام تھا وہ بھی سب پر عیاں ہے۔ کشمیر کے مسلمانوں کو ان کے ساتھ ایک والہانہ عقیدت ہے۔ لیکن جدید نسل کو ان کے علمی کارناموں سے کما حقہ آگاہی نہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے ادارہ راہ نجات نے ان کے کارناموں اور سوانح عمری کو آسان اردو میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے یہ شمارہ دو مہینوں پر محیط ہوگا۔ انتظار فرمائیے اور دعا کیجئے۔ (ادارہ)

راہ نجات کی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز

''علم و حکمت از کتب دین از نظر'' علامہ اقبال کا ایک مشہور مصرعہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں کامل رسوخ صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے علماء اور صلحاء کی صحبت بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ماضی قریب تک خانقاہیں سجائی جاتی تھیں لیکن ہماری غفلت شعاری کی وجہ سے اس سلسلہ تربیت کا دائرہ اب محدود سے محدود تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ علماء اور صلحاء کا رابطہ عوام سے کٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ امت مختلف خانوں میں بٹ چکی ہے اور ہر طبقہ حق اپنے ہی اندر تصور کرتا ہے۔ دوسرے کی خوبیوں سے استفادہ کرنے کا جذبہ تعصب کی عینک کا شکار ہو گیا ہے حالانکہ سب اہل سنت الجماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو ایک خوش آئند قدم ہے اس خلیج کو پاٹنے کے لئے ادارہ راہ نجات نے ارادہ کیا ہے کہ قارئین راہ نجات کی دینی نشستوں کا گاہے گاہے اہتمام کیا جائے تاکہ بلاتفریق گروہ بندی و فرقہ آرائی حضرات علماء کرام اور دانشوران عظام اور عامۃ المسلمین کے درمیان ایک رابطہ قائم ہو جائے اور ان کی صحبتوں سے عامۃ المسلمین مستفید ہو جائیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ جب سے راہ نجات کا سلسلہ شروع ہوا تب سے اب تک ہر مکتب فکر کے لوگ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں اور بصد شکر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس وقت تک اختلاف کا ایک مراسلہ بھی موصول نہیں ہوا کیونکہ راہ نجات کا مقصد ہی اتحاد امت ہے جو کامیابی کی ایک مضبوط ضمانت ہے۔ یہ بات ہمارے عزائم میں شامل ہے کہ اگر راہ نجات کسی بھی مقام پر اہلسنت والجماعت کی نہج سے سہواً ہٹنا شروع ہو جائے گا اور حضرات علماء کرام اس کی نشاندہی کریں گے تو راہ نجات کو ہر وقت اصلاح کے لئے حاضر پائیں گے کیونکہ ہمارا مقصد کوئی مجادلہ آرائی کرنا نہیں ہے بلکہ دین مبین کو آسان الفاظ میں پیش کرنا ہے اسی جذبہ کے تحت ہم نے اس قسم کی پہلی نشست مسجد نور فتحگڈھ میں مورخہ ۳ مارچ ۲۰۱۳ء بروز اتوار منعقد کی۔ جس میں بلاتفریق مکاتب ہائے فکر بہت سارے افراد نے شرکت کی۔ سرپرست راہ نجات نے اپنے تعارفی بیان میں اس قسم کی نشستوں کے انعقاد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ علماء اور صلحاء کے باہمی ارتباط کے متعلق جو باتیں کہی جاتی ہیں یہ اب صرف کہنے اور سننے کی حد تک ہی محدود رہ گئی ہیں اور عملی اعتبار سے اس کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کے لئے کسی نہ کسی نقطے سے آغاز ہونا چاہئے اور ہماری آج کی یہ نشست اس کا اولین نقطۂ آغاز ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر فیض احمد فیاض صاحب نے صحبت بزرگانِ دین کے متعلق مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ کی تعلیمات کا خلاصہ بیان فرمایا۔ تیسری مجلس میں مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب بارہمولہ نے ''انسان کا مقصد زندگی کیا ہے؟'' عنوان کے تحت قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک پراثر بیان کیا اور آخر پر مولانا عبدالقیوم صاحب نے چند تاثرات کے ساتھ ایک رقت آمیز دعا کی۔ شرکاء نے اس بات کے ساتھ اتفاق کیا کہ ہر ماہ میں ایک دفعہ ایسی نشست کا اہتمام کیا جائے۔ جس میں قارئین راہ نجات کے علاوہ ہر مکتب فکر کے افراد کو شرکت کی استدعا کی جائے کیونکہ راہ نجات کسی خاص مکتب فکر کا ترجمان نہیں بلکہ من حیث الجماعت تمام اہلسنت والجماعت کا ترجمان ہے اور احیاء دین کا طلب گار ہے۔ اسی جذبہ کے تحت اہلسنت والجماعت کے مختلف مکاتب ہائے فکر کے قائدین کی سوانح اور کارناموں کو بلاتفریق گروہ بندی قارئین تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہر بزرگ کے محاسن اور دینی خدمات عوام کے سامنے آجائیں۔ جس کے لئے راہ نجات کے گذشتہ ایک سال کے صفحات شاہد عدل ہیں۔

—— مدیر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ......ایک جامع شخصیت

نام

اشرف علی ہے۔ یہ نام اس زمانے کے ایک مشہور مجذوب نے پیدا ہونے سے پہلے تجویز فرمایا تھا اور پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ۱۲۸۰ھ مطابق 1863ء بمقام اتر پردیش پیدا ہوئے۔ باپ کا نام عبدالحق تھا جو ایک رئیس تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام تھے۔ فارسی زبان میں اعلیٰ استعداد کے مالک تھے۔ حافظ قرآن تو نہ تھے لیکن ناظرہ (reading by sight) بہت قوی تھا۔ بہت سمجھ دار قسم کے آدمی تھے۔ جس کا ایک کھلا ثبوت یہ ہے کہ اپنے بڑے بیٹے اشرف علی کو مذہبی تعلیم میں اور چھوٹے بیٹے اکبر علی کو انگریزی اور دنیاوی علوم میں لگا دیا۔ ایک دفعہ عبدالحق صاحب کو انکے بھائی کی بیوی نے کہا کہ تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو کمائے گا اور کھائے گا اور بڑے کو عربی میں لگا دیا وہ کہاں سے کھائے گا۔ اس کا گزارا کس طرح ہوگا کیونکہ جائداد تو وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی اور پھر گزارا کے قابل نہ رہے گی اس پر عبدالحق جوش میں آئے اور فرمانے لگے "بھابی صاحبہ! تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھ کر کہاں سے کھائے گا؟ خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو اس جیسے اس کے جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا،" عبدالحق اشرف علی پر بہت زیادہ پیسہ خرچ کرتے تھے اور اکبر علی پر کم۔ ایک دفعہ بھابی نے اس پر شکایت کی تو فرمایا مجھے اشرف علی پر رحم آتا ہے وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے بعد" اس بات کو یاد رکھو، میرے مال و متاع سے بالکل علحدہ رہے گا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ باپ کی وفات کے بعد ان کا ایک ایک قیاس صحیح ثابت ہوا۔

نسب

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے حضرت عمرؓ اور ماں کی طرف سے حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ پانچ سال کی عمر میں ماں کا انتقال ہو گیا۔ ماں کی وفات کے بعد باپ نے ایسی محبت سے پالا کہ والدہ صاحبہ کے رنج کو بھلا دیا۔ مولانا اشرف علی صاحب بچپن میں اپنا سبق خوب یاد کرتے تھے لہٰذا والد صاحب ان پر بہت مہربان بن کر رہتے تھے اور انکو کبھی نہیں مارتے تھے۔ مولانا اشرف علی صاحبؒ ۱۲، ۱۳ برس کی عمر

میں ہی رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد کے لئے اٹھتے اور نوافل و وظائف پڑھتے ۔ یہ شوق انہیں اپنے استاد مولانا فتح محمد صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا جو ایک بڑے اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ مولانا اشرف علیؒ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے صرف اپنی بہن کے ساتھ گھر کے اندر ہی کھیلا کرتے تھے۔

بچپن کا ایک خواب

ایک دفعہ فرمایا کہ میرٹھ کے جس مکان میں ہم رہتے تھے اس کی چوکھٹ دو درجوں والی تھی ۔ بڑے درجہ میں ایک پنجرہ رکھا ہوا خواب میں دیکھا۔ جس میں دو خوبصورت کبوتر ہیں ۔ پھر خواب میں ہی دیکھا شام ہوگئی اور وہاں اندھیرا ہو گیا۔ ان کبوتروں نے مجھ سے کہا کہ اندھیرا ہو گیا ہے ہمارے پنجرہ میں روشنی کرو۔ میں نے کہا تم خود ہی کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور رگڑتے ہی خوب تیز روشنی ہو گئی اور تمام پنجرہ روشن ہوگیا۔ جب ایک مدت کے بعد میں نے یہ خواب اپنے ماموں سے بیان کیا تو انہوں نے یہ تعبیر دی دو کبوتر روح اور نفس تھے صوفی لوگ روح کو نر اور نفس کو مادہ کہتے ہیں ۔ دونوں نے تم سے یہ درخواست کی کہ تم مجاہدہ یعنی کوشش کر کے ہم کو نورانی کرو۔ تم نے ان کو جواب دیا کہ خود ہی روشنی کرلو۔ انہوں نے اپنی اپنی چونچ رگڑ کر روشنی کر لی اس کا مطلب یہ تھا کہ ریاضت و مجاہدہ نہ کرو گے انشاءاللہ بغیر مجاہدہ ہی خدا تمھاری روح اور نفس کو نور عرفان سے منور فرمادے گا۔ پھر فرمایا کہ اس تعبیر کا ایک جز تو صحیح نکلا کہ ریاضت اور مجاہدہ مجھ سے کچھ نہ ہوا لیکن نور ابھی تک تو پیدا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نور بھی پیدا فرمادے (یہ آخری جملہ حضرت نے انکساری کی وجہ سے فرمایا ورنہ تو اللہ تعالیٰ نے مولانا کو نور عرفان سے خوب نوازا تھا۔)

حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ محدث تھانوی کی پیش گوئی

یہ بزرگ حاجی امداد اللہؒ کے پیر بھائی تھے۔ وہ مولانا اشرف علیؒ کے متعلق ان کے لڑکپن میں ان دنوں فرماتے تھے جب مولانا مکتب میں پڑھتے تھے کہ میرے بعد یہ لڑکا میری جگہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ محمد صاحبؒ کے بعد اس قصبہ میں مولانا اشرف علیؒ کی ذات ہی ظاہری و باطنی علوم کی جامع بن کر ابھری۔ غرض مولانا اشرف علیؒ بچپن ہی سے بزرگانِ دین کے محبوب اور منظور تھے۔

Scanned with OKEN Scanner

تعلیم

مولانا اشرف علی نے قرآنِ شریف کا اکثر حصہ حافظ حسین علیؒ صاحب سے حفظ کیا جو دہلی کے رہنے والے تھے مگر میرٹھ میں سکونت اختیار کر لی تھی چند پارے آخون جی سے پڑھے تھے جو کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے لیکن حفظ کی تکمیل حسین علی سے کی۔ ابتدائی فارسی میرٹھ کے مختلف استادوں سے پڑھی۔ پھر تھانہ بھون میں فارسی کی اوسط درجہ کی کتابیں مولانا محمد فتح سے پڑھیں جو فارسی ادب کے استاد کامل تھے عربی علوم حاصل کرنے کے لئے دیوبند تشریف لے گئے وہاں باقی فارسی کتابیں مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی سے پڑھیں۔ مولانا اشرف علی کو فارسی زبان پر زبردست عبور تھا۔ طالب علمی میں ہی ایک مثنوی ''زیر وبم'' فارسی میں لکھی جبکہ عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی عربی کی پوری تکمیل دیوبند میں فرمائی اور صرف ۱۹ یا ۲۰ سال کی عمر میں مختلف علوم حاصل کر کے فارغ ہو گئے۔ دیوبند میں تقریباً پانچ سال بحیثیت طالب علم رہے۔ عربی کی ابتدائی کتابیں تھانہ بھون میں مولانا محمد فتح سے پڑھیں اور دیوبند پہنچ کر مشکوٰۃ، مختصر معانی اور ملا حسن شروع کی تھیں۔ مولانا کی دستار بندی مولانا گنگوہی کے ہاتھوں ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔

بہترین مناظر (Dialectician)

طالب علمی میں ہی مولانا اپنے ہم سبقوں میں ممتاز تھے۔ اس کے علاوہ بڑے حاضر جواب تھے۔ اگر کوئی دوسرا مذہب والا دیوبند میں مناظرہ کرنے کے لئے آتا تو مولانا فوراً وہاں پہونچ جاتے اور اسکو مغلوب کرتے۔ ایک دفعہ ایک انگریز پادری سے مناظرہ کرنے کے لئے پہنچ گئے جب انکے استاد مولانا محمود حسن صاحبؒ کو معلوم ہوا تو یہ سوچ کر کہ ابھی لڑکے ہیں مولانا خود بھی ان کی مدد کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ مولانا اشرف علی نے اس پادری کو باتوں باتوں میں دو منٹ ہی کے اندر بند کر دیا۔ اپنے شوہر کو عاجز ہوتے ہوئے دیکھ کر اسکی میم نے اس کو ایک پرچہ لکھا کہ تم چلے آؤ۔ چنانچہ اس نے یہ بہانہ بنا کر کہ میم بلاتی ہے اسی وقت دیوبند ہی سے واپس چلا۔ لیکن فرمایا کرتے تھے کہ جتنا مجھے اس زمانہ میں مناظرہ کا شوق تھا اب اس کے نقصانات کو دیکھ کر اتنی ہی اس سے نفرت ہے۔ عیسائیوں، آریوں شیعوں، غیر مقلدوں سب ہی سے طالب علمی میں مناظرہ فرما چکے ہیں۔

Scanned with OKEN Scanner

اساتذہ

مولانا اشرف علی کے اساتذہ درج ذیل علماء رہے:

۱مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ۲مولانا سید احمد صاحبؒ ۳ملا محمود صاحبؒ ۴مولانا عبدالعلی صاحبؒ ۵مولانا محمود حسن صاحبؒ ۶قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ (ان سے قرأت کی مشق کی یہ فن قرأت میں مشہور عالم تھے۔ ان سے مکہ میں استفادہ کیا)

سادگی

آپ طالب علمی سے ہی نہایت سادہ وضع اور سادہ معاشرت کے عادی تھے۔ ایک بار چھٹیوں کے زمانے میں اپنے والد صاحب کی خدمت میں آئے تھے اور سادگی کے ساتھ رضائی لپیٹ رکھی تھی۔ باپ نے ایسی صورت دیکھ کر فرمایا کہ تم کو رضائی اوڑھنا بھی نہیں آتا۔ اگر چہ اپنے باپ کا بہت ادب فرماتے تھے لیکن اس وقت بے ساختہ منہ سے نکلا کہ اگر آپ کو مجھے رضائی اوڑھنا ہی سکھانا تھا تو مجھے دیوبند نہ بھیجنا چاہئے تھا کیونکہ وہاں رضائی اوڑھنا نہیں آتا سب ایسے ہی الول جلول ہیں، والد صاحب یہ سن کر بہت خاموش ہو گئے، حقیقت سمجھ گئے۔ مولانا آجکل کے طالب علموں کی خوش لباسی اور بناؤ سنگار پر بہت ہی افسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کا طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ نظر عالی نہیں اور علم کا چسکا لگا نہیں ورنہ ایسی ادنیٰ چیزوں کی طرف ہرگز التفات نہ ہوتا۔

کانپور میں درس وتدریس

کانپور شہر میں ایک قدیم مدرسہ تھا جو مدرسہ فیض عام کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے صدر مدرس مولانا احمد حسن صاحبؒ تھے جو ایک مشہور عالم تھے کسی وجہ سے ناراض ہو کر سے علحدہ ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرا مدرسہ "دارالعلوم" قائم کیا۔ ان کی جگہ بیٹھ کر کسی کو درس دینے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور کوئی وہاں جانے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ مولانا اشرف علیؒ کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب وہاں سے ایک مدرس کی طلبی ہوئی تو اپنے والد صاحب اور اساتذہ کی اجازت سے وہاں تشریف لے گئے اور درس دینا شروع کیا۔ تنخواہ پچیس روپیہ ماہوار تھی۔ اگر چہ یہ تنخواہ اس وقت کے لحاظ سے کم بھی نہ تھی پھر بھی حضرت کے کمالات اور باپ کی مالداری کے پیش نظر بہت کم تھی۔ لیکن مولانا نے اس کو بہت بڑی تنخواہ سمجھا۔ خود فرماتے ہیں کہ جب کبھی طالب علمی میں سوچا کرتا تھا

Scanned with OKEN Scanner

زیادہ سے زیادہ دس روپیہ ماہوار مدرسی کی تنخواہ اپنے لئے کافی سمجھتا تھا۔ پانچ اپنے خرچ کے لئے اور پانچ گھر کے خرچ کے لئے۔ زیادہ تنخواہ پر کبھی نظر ہی نہ جاتی تھی۔ یہاں پہنچ کر تمام استادوں اور شہر میں بہت شہرت ہوئی۔ لیکن تین چار ماہ کام کرنے کے بعد آپکا دل اس مدرسہ سے برداشتہ ہو گیا کیونکہ وہ لوگ مولانا سے وعظ میں چندہ کی تحریک دلانے کے لئے زور دے رہے تھے۔ مولانا نے اس مدرسہ سے تعلق چھوڑ دیا اور واپس وطن آنے کا ارادہ کیا لیکن روانگی سے پہلے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی زیارت کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ ادھر کانپور کے دو بزرگوں نے مشورہ کیا کہ ایسے مولوی آجکل کہاں ملتے ہیں لہٰذا ان کے لئے ایک الگ مدرسہ کھولا جائے جس میں دینیات کا پورا انصاب ہو۔ پھر حضرت کو اصرار کر کے زیارت سے واپسی پر روک لیا مولانا نے اس مدرسہ کا نام جامع العلوم رکھا اور اب مولانا جامع مسجد ٹپکا پور میں درس دینے لگے۔ کانپور والوں نے مولانا کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ وہ اپنے وطن کو بھی بھول گئے۔ خود فرماتے ہیں کہ اگر میرے مرشد حاجی امداداللہ کا حکم نہ ہوتا تو عمر بھر کانپور نہ چھوڑتا۔ حضرت والا نے کچھ دن کے بعد چاہا کہ بغیر معاوضہ تعلیم دوں اگر چہ علماء متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے دینیات کی تعلیم تنخواہ لیکر دینے کو جائز قرار دے دیا ہے لیکن مولانا اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت نے دہلی آ کر طب (MedicalScience) پڑھنی شروع کی تا کہ اس آمدنی سے گذر بسر کریں اور تعلیم مفت پڑھائیں۔ ادھر کانپور والے بھی دہلی آئے اور واپس تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا ادھر مولانا کے ایک ہم سبق مولوی جمیل الدین صاحب نے بھی مولانا سے کہا کہ طب کے مشغلے کے ساتھ علم دین کی خدمت ہرگز ممکن نہیں۔ لیکن مولانا نے صرف پندرہ دن کے بعد واپسی کی اجازت لینا خلاف تہذیب سمجھا لہٰذا جو لوگ کانپور واپس لینے کے لئے آئے تھے ان ہی سے کہا کہ وہ حکیم صاحب سے اجازت حاصل کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس فن میں یہ ترقی کرنا نہیں چاہتے ہیں تو اختیار ہے چلے جائیں۔ چنانچہ دوبارہ کانپور تشریف لائے اور پہلے کی طرح درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

بہت عرصہ بعد جب مولانا تھانہ بھون تشریف لائے تو اسی حکیم صاحب نے جو مولانا کے پندرہ دن طب میں استاد رہے تھے تھانہ بھون آنے کا قصد کیا اور تھانہ بھون کے ایک آدمی سے دہلی میں پوچھا کہ تھانہ بھون آنے کے کیا قواعد ہیں؟ انہوں نے کہا وہ آپ کے شاگرد ہیں آپ کے لئے کیا قواعد ہو سکتے ہیں۔ فرمایا بھائی استاد شاگردی الگ چیز ہے اور یہ راستہ الگ ہے۔ میں تو معتقد بن کر وہاں جاؤں گا مگر انتقال کرنے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ مولانا نے جب حکیم صاحب کے انتقال کے بعد یہ واقعہ

سنا تو افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اگر مرنے سے پہلے مجھے ان کا یہ خیال معلوم ہوتا تو میں خود ہی ان کی خدمت میں جا کر عرض کرتا کہ لیجئے حضرت کے لئے میرے پاس آنے کے بس یہ قواعد ہیں مطلب یہ کہ میں خود ہی حاضر ہو گیا۔

پہلا حج

۱۳۰۱ھ جب کہ مولانا کانپور میں درس دیتے تھے سفر حج کے لئے سامان پیدا ہو گئے۔ والد صاحب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت حاجی امداد اللہؒ جو بہت پہلے سے ہجرت کر کے وہیں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے سے بیعت ہوئے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ تم میرے پاس چھ مہینے رہو۔ والد صاحب نے اپنے بیٹے کی جدائی گوارا نہ کی واپس تشریف لائے۔ یہ حج آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں کیا تھا

دوسرا حج

دوسری بار ۱۳۱۰ھ میں جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے مرشد کی خواہش پر چھ ماہ ان کی خدمت میں قیام کیا۔ اوران سے روحانی فیوض حاصل کیے۔ حاجی صاحبؒ نے آپ کی صلاحیت اور استعداد کا اندازہ لگا کر آپ کو خلافت سے نوازا۔ اور فرمایا جب کبھی کانپور میں ملازمت سے جی اکتائے گا تو پھر اپنے وطن تھانہ بھون میں ہماری دیرینہ خانقاہ اور مدرسہ کو از سر نو آباد کرنا اور اللہ پر بھروسہ کر کے وہاں قیام پزیر ہو جانا۔ انشاء اللہ تم سے کافی لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ میری دعائیں اور توجہات تمہارے ساتھ ہیں۔

حج بیت اللہ سے واپس آکر کانپور میں پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گذارے۔ پھر اپنے پیر طریقت کے ایما اور منشا سے ۱۳۱۵ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیر و مرشد کی یادگار خانقاہ "امدادیہ" میں قیام پزیر ہو گئے۔ اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طالبین اور مخلصین سمٹ آئے۔ سالکین ذاکرین کی آمد رفت ہوئی۔ علماء اور طلباء کے اجتماع ہوئے۔ حضرت تھانویؒ علوم و معارف وحقائق کے دریا بہاتے۔ اہل ذوق سنتے اور لکھتے۔ عارفین جھومتے، اہل دل وجد کرتے اور اللہ پاک سے تعلق حاصل کرتے۔ بڑے بڑے علماء، عقلاء اور فلسفی گردن جھکا کر بیٹھ جاتے یہاں حضرت تھانوی کی بقیہ ساری زندگی جو تقریباً نصف صدی پر محیط تھی تصنیف، تالیف اور مواعظ وملفوظات میں بسر ہوئی۔ ہزاروں طالبین تعلیم وتربیت پا کر امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے۔ جن کا روحانی فیض اب

Scanned with OKEN Scanner

تک جاری ساری ہے۔ چنانچہ آپ کی ان بے لوث کوششوں کو دیکھ کر اس دور کے صاحب دل اور صاحب علم حضرات نے آپ کے متعلق جو رائے قائم کی اس کا کچھ حصہ ادھر درج کیا جاتا ہے تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ اپنے ہم عصروں یا قریب العصر اکابرین کی نظر میں حضرت تھانویؒ کی کیسی قدر رقدر و منزلت تھی۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے

''ہم یہاں آئے (یعنی کشمیر سے ہندوستان) تو دین حضرت گنگوہیؒ کے یہاں دیکھا۔ اس کے بعد حضرت استاذ (یعنی حضرت شیخ الہندؒ) اور حضرت رائے پوری (یعنی شاہ عبدالرحیم صاحبؒ) کے یہاں دیکھا اور اب جو دیکھنا چاہے وہ حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کے یہاں جا کر دیکھے''۔

(بحوالہ حیات انور حصہ اول صفحہ ۱۸۳)

مولانا مودودی صاحبؒ کی رائے

نماز میں آلۂ مکبر الصوت (loudspeaker) کے استعمال سے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا فتویٰ کسی سائل نے مولانا مودودیؒ کی خدمت میں بھیج کر خواہش کی کہ آپ اس پر اظہار خیال فرمائیں۔ اس فتوے پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا مودودی صاحبؒ نے مولانا مرحوم کے علم و فضل کو زبردست خراج عقیدت پیش فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمایا کہ علمی اور اجتہادی مسائل میں اہل علم کا رویہ کیسا ہونا چاہیے (حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس وقت دنیائے اسلام کے ممتاز ترین علماء کی صف اول میں ہے۔ میرے علم کو ان کے علم سے وہی نسبت ہے جو ذرے کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ اگر اس نسبت کا خیال کرو تو مجھے نہ صرف یہ کہ اس پر کلام نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنی تحقیق کو چھوڑ کر حضرت ممدوح کی تحقیق قبول کر لینی چاہیے''

اس کے بعد مولانا نے اس آلہ کے استعمال کے متعلق اپنی رائے کا دفاع کرتے ہوئے یہ دلیل بھی پیش کی ''لیکن جب میں سلف کے طریق پر نظر ڈالتا ہوں تو وہاں من قال (کس نے کہا) کو نہیں بلکہ ما قال (یعنی کیا کہا) کو دیکھنے کا قاعدہ جاری تھا۔ شاگرد استاد کی تحقیق کے مقابلہ میں اور چھوٹے بڑے کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے اور تحقیق کو بے تکلف پیش کرتے تھے۔ نہ اس زعم کے ساتھ کہ بڑوں کے علم سے ان کا علم زیادہ یا ان کے برابر ہے بلکہ یہ سمجھ کر کہ حق کی تلاش و تحقیق ہر طالب علم کا فرض ہے۔

(دیکھو کتاب شخصیاتِ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ شائع کردہ از مکتبہ ذکریٰ رامپور یوپی)

Scanned with OKEN Scanner

علامہ اقبالؒ کی رائے

''اقبالؒ کے ممدوح علماء نامی کتاب میں جو خط علامہ اقبالؒ کا بنام خواجہ حسن نظامی چھپا ہے اس کو پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ علامہ اقبال کی نظر میں مولانا تھانویؒ کا کیا مقام تھا۔

چنانچہ لکھتے ہیں ''حضرت میں نے مولانا جلال الدینؒ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا۔ آپ نے شاید اس سے سکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدت الوجود نظر آتا ہے۔ مولوی اشرف علی تھانویؒ سے پوچھئے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں میں اس بارے میں ان ہی کا مقلد ہوں۔'' (بحوالہ مقالات اقبال صفحہ ۱۸۰)

مولانا عبدالولی شاہ کشمیریؒ کی رائے

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے سلسلے میں فرمایا ''زندگی میں محض تعلیم حاصل کرنے پر ہی اکتفاء نہ کرنا چاہئے بلکہ کسی مردِ مومن کی بیعت وصحبت بھی حاصل ہونی چاہئے مگر جب میں گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر دیکھتا تھا مجھے مشرق ومغرب میں مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی کی ٹکر کا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا تھا۔ (دیکھو ماہنامہ راہِ نجات داعی توحید نمبر صفحہ ۱۰۲)۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے

''حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اللہ تعالیٰ نے جو اصلاحی وتجدیدی کام لیا اور جس کا اعتراف اس عہد کے سب صاحب بصیرت اور صاحب انصاف علماء راسخین اور وقت کے مشائخ ومصلحین نے کیا اس کا دائرہ زیادہ تر اخلاق، اصلاح معاملات، تزکیہ نفس اور عمل بالشریعۃ کے دائرہ میں محدود سمجھا جاتا تھا، بلکہ (غلط فہمی اور کوتاہ نظری سے) تحریک خلافت، آزادی وطن اور اقامت حکومت اسلامی کی کوششوں سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے بعض حلقوں میں یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ وہ اسلامی اقتدار اور عمومی پیمانہ پر نفاذ احکام شریعت کے بارے میں خاموش اور غیر متعلق رہنا پسند فرماتے تھے۔

بعض حلقوں کے اس خیال کی نفی کرتے ہوئے کچھ آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں کہ ''آپ کی تحریرات وافادات میں جابجا ایسے نمونے ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے مطالعہ، تحقیق و تجربہ اور ذوق کے مطابق اعلاء کلمۃ للہ اور نفاذ شریعت کے مقصد سے اور حکومت اسلامی کے قیام کی ضرورت واہمیت سے خالی الذہن نہیں تھے۔'' (بحوالہ اسلامی حکومت و دستور مملکت صفحہ ۳۴، ۳۵)

Scanned with OKEN Scanner

حضرت مولانا الیاسؒ کی رائے

''ایک بار فرمایا حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔''

ایک بار فرمایا ''حضرت مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے کیونکہ وہ قریب العہد ہیں اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو، اور تازہ سنی ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوئی ہے، میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دعائیں دیں۔ اور فرمایا تم خود بھی رو رو کر اس نعمت کا شکر کرو۔''

(دیکھو صفحہ ۵۷، ۵۸ ملفوظات مولانا الیاسؒ) از مولانا منظور نعمانی

حکیم الامت

مشہور ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے لئے سب سے پہلے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانی کا لقب استعمال کیا پھر اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہی لقب مشہور فرمایا مجدد کا مطلب ہے پرانے کو نیا کرنے والا جس کا اشارہ ایک حدیث پاک میں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایک ایسی ہستی کو پیدا فرماتا رہے گا جو دین کے اندر نئی جان اور نئی روح پھونک دے گا اسی طرح حکیم الامت کا مطلب ہے ایک ایسا دانا اور ہوشیار آدمی جس کو امت کے نبض پر نظر ہوگی اور امت کی بیماری کا صحیح اندازہ لگا کر اس کو دور کرنے کے لئے دل و جان سے کوشش کرے۔ چونکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ نے مولانا اشرف علی تھانوی میں خاص طور سے عنایت فرمائی تھی اور ہوشمند مسلمانوں نے ان کے زمانے میں ہی اس بات کا صحیح اندازہ لگایا تھا کہ اس شخص کی نظر امت کے امراض پر پوری طرح سے ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہ بات مولوی مرزا محمد بیگ صاحب کے دل میں ڈالی کہ انہوں نے یہ لقب مولانا اشرف علی تھانوی کے پتہ میں تحریر فرمایا۔ بیگ صاحب مرحوم دہلی کے ایک چھاپ خانہ (جس کا نام محبوب المطابع تھا) کے مالک تھے۔ اس کے بعد خود بہ خود یہ نام ہر خاص و عام کی زبان پر جاری ہوا۔ اب احقر ان امور کو عرض کرنا چاہتا ہے جن کی بنیاد پر اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا واقعی حکیم الامت تھے۔ دعوت کے دو رخ ہیں ایک رخ دعوت کا یہ ہے کہ مسلمان غیروں کو ایمان کی دعوت دیں یہ صلاحیت بدقسمتی سے اس وقت ہم کھو چکے ہیں کیونکہ دوسروں کو دعوت دینے کے لئے مضبوط ایمان اور جاندار علم و عمل کی ضرورت ہے۔ جب ہی ایک شخص دین کا نمائندہ بن کر غیروں کو اسلام کی طرف دعوت دے سکتا ہے اور اسی کی دعوت اور ضرب کاری ہو سکتی ہے۔ جب تک یہ صفات

قوم میں پیدا نہیں ہوتیں تب تک اسی کچے مواد کو پختہ تر بنانے کی ضرورت ہے۔ کئی اعتبار سے اگر دیکھا جائے یہ کام بہت مشکل اور صبر آزما ہے۔ کسی نئی تحریک کو چلانا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا ایک ایسی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنے میں ہوتا ہے جو غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے روبہ زوال ہو چکی ہو۔ مسلمانوں کی بے عملی، دعوت دین سے لاپرواہی اور غیروں کی غلامی کا شکار ہونے کی وجہ سے مسلمان علماء اور دانشوروں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس تحریک کے اندر نئی جان پیدا کریں اور یہی ان کا یک تجدیدی کارنامہ ہوگا جس کی بنیاد پر یہ قوم دوسری اقوام کے لئے نمونہ بن جائے۔ لیکن اس کے لئے صحیح فہم وادراک کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے یہ فہم وادراک عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیسویں صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے چند پاک باز بندوں سے لیا جن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نام سرفہرست ہے۔ میں نے اپنے مرشد مولانا عبدالولی شاہ صاحبؒ کی زبان مبارک سے خود سنا ہے کہ جس وقت میں ہندوستان سے فارغ التحصیل ہو کر کشمیر آیا تو میں نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی کہ صرف علم حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ کسی شیخ طریقت کی صحبت و بیعت بھی ضروری ہے اس تشنگی کو دور کرنے کے لئے مشرق ومغرب کی طرف اپنی نظر دوڑا کر مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ پر مرکوز ہوگئی۔ لہٰذا ان سے فیض حاصل کرنے کے لئے رخت سفر باندھا جس کی مکمل تفصیل آپ کو رسالہ راہ نجات کے خصوصی شمارہ ''داعی توحید'' میں ملے گی۔

اب میں ان امور کی ایک مختصر سی فہرست پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ وثوق کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا اشرف علیؒ واقعی حکیم الامت تھے اور اس کے ساتھ اگر مجدد ملت کا لفظ بھی جوڑا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

۱ مولانا کی تفسیری خدمات ۲ عورتوں کے دین کی فکر ۳ تصوف اسلامی کی صحیح تصویر ۴ اسلامی سیاست کی صحیح تشریح ۵ تبلیغی نظام قائم کرنے کی ضرورت ۶ اصلاح الرسوم ۷ تقلید کو تحقیق کی بنیاد پر ثابت کرنا ۸ مختلف موضوعات پر جاندار تحریریں ۹ مخالفین کے ساتھ حسن سلوک ۱۰ تہذیب حاضر کو تعذیب ثابت کرنا

Scanned with OKEN Scanner

{پہلا کارنامہ}

{تفسیری خدمات}

طالبوں کے واسطے قرآن کا اک ترجمہ
جاگ کے راتوں کو تنہا مدتوں کرتے رہے
(عاصیؔ)

مسلمانوں کے پاس جو سب سے بڑا سرمایہ ہے وہ قرآن مجید ہے یہی وہ کتاب ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری مخالف قوم کو پست کرتا ہے۔ جس کے ذریعے سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور انجام کار ہدایت والوں کو دنیا میں بھی غلبہ عطا فرماتا ہے اور آخرت کی کامیابی سے بھی سرفراز فرماتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ سے پہلے بھی بہت ساری تفاسیر لکھیں گئیں تھیں جو زیادہ تر عربی زبان میں تھیں اور اردو میں کچھ تراجم اور تفسیریں موجود تھیں۔ لیکن چھاپنے والوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنے شروع کئے تھے جس سے عام مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ مولانا نے اپنے چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ذریعے ان کی روک تھام کے لئے کوشش کی مگر چونکہ لوگوں میں کثرت سے ترجمہ پڑھنے کا مذاق عام ہو گیا تھا وہ رسالے زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ مولانا نے محسوس کیا کہ صرف کہنے سننے سے ان باتوں کی اصلاح نہیں ہونے والی ہے جب تک کہ عوام کو کوئی ایسا ترجمہ بھی نہ بتلایا جائے جس میں وہ مشغول ہو کر ان ترجموں سے بے نیاز ہو جائیں۔ چنانچہ اس اہم ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نے قرآن کریم کا ایسا صاف اور شفاف ترجمہ اور تفسیر لکھی جس میں اسلاف کے انداز فکر کا خاص خیال رکھا گیا اور ہندوستان میں چونکہ زیادہ تر حنفی مسلک ہی کا زیادہ چلن تھا لہٰذا مسائل کو بیان کرنے کے سلسلے میں عوام کی اکثریت کا خیال رکھا گیا اس کے علاوہ مسائل السلوک عنوان کے تحت تفسیر کے حاشیہ میں تصوف کے ان مسائل کو بیان کیا جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ مولانا نے اسلامی تصوف کی بہترین اور دلنشین تشریح کی۔ بدقسمتی سے اردو اور فارسی زبان سے بے توجہی کی بنیاد پر جدید تعلیم یافتہ لوگ اب ایسی عام فہم تفسیر سمجھنے سے بھی قاصر ہیں لہٰذا اس ضرورت کے پیش نظر مولانا محمد شفیع صاحب سابقہ مفتی اعظم پاکستان نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں خلاصہ تفسیر لکھا جس کے متعلق

انہوں نے خود لکھا ہے کہ ''یہ درحقیقت بیان القرآن کا خلاصہ مع تسہیل ہے''۔

(بحوالہ معارف القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۶۱)

بقول حضرت تھانویؒ بیان القرآن کے پڑھنے اور سمجھنے سے ایک عام مسلمان تقریباً ۲۰ تفاسیر سے بے نیاز ہو جاتا ہے جو سب کے سب مولانا کے سامنے رہتی تھیں جبکہ وہ تفسیر بیان القرآن مرتب فرما رہے رہے۔

گر ہمی خواہی مسلمان زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

(ترجمہ)

(اگر تو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتا ہے تو یہ قرآن کے بغیر ممکن نہیں)

مذکورہ تفسیر کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اس کے لئے مختصراً مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا یہ تبصرہ کافی ہے کہ جب یہ تفسیر ان کی حیات میں شائع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان کا کچھ حصہ عطا فرمایا ہے وہ اس تفسیر کو پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا نے کس طرح سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے' یہ آج سے پہلے تقریباً ۱۰۰ سال کی بات ہے جبکہ ابھی دوسری تحریکوں کے تفاسیر معرض وجود نہیں آئے تھے واقعی مسلمانوں کی اس بنیادی ضرورت کا بروقت احساس فرما کر اپنے حکیم الامت ہونے کا ثبوت دے دیا۔

﴿دوسرا کارنامہ﴾

عورتوں کے دین کی فکر

عورتوں کے واسطے جنت کے زیور خوشنما

کون سے ہیں وہ سدا ان کو یہ سمجھاتے رہے

عاصی

انسانی سماج کے دو پہیے ہیں جن میں سے ایک مرد ہے اور دوسرا عورت۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر مرد میں دین آ گیا تو سمجھو کہ فرد میں دین آ گیا اور اگر عورت میں دین آ گیا تو پورے خاندان میں

Scanned with OKEN Scanner

دین آ گیا۔ مولانا نے جس زمانے میں آنکھ کھولی اس وقت ہندوستان انگریزوں کی غلامی میں تھا اور یہ قوم اگر چہ تجارت کے راستے سے ہندوستان میں داخل ہو چکی تھی اپنے شاطرانہ وطیرے سے یہاں کی سیاست پر حاوی ہوگئی جس کا ظاہری سبب مسلمانوں کا اپنے دین کے ساتھ تغافل اور آرام طلبی بنا۔ اس نازک دور میں جب کہ مسلم حکمران پسپا ہوگئے اور اسلام اور مسلمانوں کی رہی سہی ساخت بھی مجروح ہوگئی مسلمانوں کو اس پستی سے نکالنے کے لئے یہی علمائے کرام میدان عمل میں کود پڑے ایسے حالات میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں کے دین کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ اس صورت حال کا تذکرہ مولانا اشرف علیؒ نے بہشتی زیور کے دیباچہ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

''ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کے دین کی تباہی دیکھ دیکھ کر قلب دُکھتا تھا اور اس کے علاج کی فکر میں رہتا تھا۔ اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہیں تھی بلکہ دین سے گذر کر ان کی دنیا تک پہنچ گئی تھی اور ان کی ذات سے گذر کر ان کے بچوں بلکہ بہت سے آثار سے ان کے شوہروں تک اثر کر گئی تھی اور جس رفتار سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی اس کے اندازہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اور اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لاعلاج کے ہو جائے۔ اس لئے علاج کی فکر زیادہ ہوئی اور سب اس تباہی کا بالقاء الٰہی اور تجربہ اور دلائل اور خود علم ضروری سے محض یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کا علوم دینیہ سے ناواقف ہونا ہے۔ جس سے ان کے عقائد، ان کے اعمال، ان کے معاملات، ان کے اخلاق، ان کا طرز معاشرت سب برباد ہو رہا ہے بلکہ ایمان تک بچنا مشکل ہے۔''

مذکورہ عبارت کے ہر لفظ سے جو درد و کرب ٹپکتا ہے اور جن امور کے برباد ہونے کا ماتم مولانا نے کیا ہے ان میں مولانا نے عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق اور طرز معاشرت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کے سامنے دین کا جو خاکہ تھا وہ ادھورے دین کا نہیں تھا بلکہ مکمل دین کا تھا۔ کیونکہ دین ان ہی مذکورہ پانچ امور کا نام ہے۔ عقائد یعنی ایمانیات، اعمال یعنی عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت۔ ایسی بے سروسامانی کی حالت میں جس میں ایک عالم باعمل نے اپنی خاندانی وجاہت اور مالی ثروت سے بے نیاز ہو کر ایک خانقاہ میں فکر ایمان کے سلسلے میں پناہ لی تھی اس طرح ملت کی بہو بیٹیوں کے متعلق سوچنا اور پھر ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے تدبیریں کرنا بے شک ایک دردمند دل اور صاحب صلاحیت آدمی کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں آپ نے عورتوں کے دین و دنیا کو سنوارنے کے لئے ایک بیش بہا کتاب جو

Scanned with OKEN Scanner

ہندوستان میں اس انداز کی پہلی کتاب تھی ''بہشتی زیور'' کے نام سے لکھدی۔ خدا نے اخلاص کے ساتھ لکھی ہوئی اس کتاب کو اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ یہ کتاب گھرانوں کی زینت بن گئی جس کے متعلق مولانا اشرف علی نے خود ہی تحریر فرمایا ہے کہ:

''اگر کوئی اس کو اول سے آخر تک سمجھ کر پڑھ لے تو واقفیت دین میں ایک متوسط عالم کے برابر ہو جائے۔''

اس کے ساتھ ہی عبارت اس قدر سلیس ہے کہ اس سے زیادہ سلاست ہم لوگوں کی قدرت سے بظاہر خارج تھی۔ دیباچہ کے آخر میں مولانا نے لکھا ہے کہ:

''میں جس وقت یہ دیباچہ لکھنے کو تھا پرچہ نور علیٰ نور میں ایک نظم اس کتاب کے نام اور مضمون کے مناسب نظروں سے گذری جو دل کو بھی بھلی معلوم ہوئی۔ جی چاہا کہ اپنے دیباچہ کو اسی پر ختم کروں تاکہ ناظرین خصوصاً لڑکیاں دیکھ کر خوش ہوں۔ اور مضامین کتاب ھٰذا میں ان کو زیادہ رغبت ہو۔''

اس نظم کی افادیت کے پیش نظر ہم بھی یہاں اس کو شائع کرنے کی کوشش کریں گے لیکن قبل اس کے اس کو ضبط تحریر میں لائیں اس نظم کے اصلی مؤلف مولانا عبدالحق (پور قاضوی) کا تذکرہ یہاں کریں جو دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور کے مستفیدین میں سے تھے۔ ان کے داماد مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور تھے آپ نے اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت کچھ نصیحتیں قلمبند کر کے لڑکی کی جہیز میں دی تھیں جب ان ہی نصائح کا علم مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ہوا تو آپ نے وہ تحریر طلب کر کے اس کو ''بہترین جہیز'' یعنی اصلی انسانی زیور کا عنوان دے کر بہشتی زیور میں شائع کر دیا اور آج بھی ہر ایڈیشن میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ اس تحریر پر ۱۳۲۱ھ کی تاریخ پڑی ہے۔ (بحوالہ تذکرہ مشاہیر ہند کاروان رفتہ از مولانا اسیر ادروی شائع کردہ دارالمؤلفین، دیوبند (یو۔ پی) انڈیا صفحہ نمبر ۱۵۵) نظم اسطرح ہے۔

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی امی جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتا دیجیے مجھے
اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتا دیجیے مجھے

Scanned with OKEN Scanner

تا کہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی میری
گوش دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری
سیم وزر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے
تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین ودنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ
سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام
چلتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہی سب انسان کے کام
بالیاں ہوں کان میں اے جان گوش ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھمکوں میں ہو بھری
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
کہ کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں
کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دین جو اوراق کتاب
اور زیور گھر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں

Scanned with OKEN Scanner

نیکیاں پیاری مری، تیرے گلے کا ہار ہوں
قوت بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم و خرسند ہو
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
کیا کرو گی اے مری جاں زیور خلخال کو
پھینک دینا چاہیے بیٹی پس اس جنجال کو
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نور بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہ نیک پر
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میرے جان کہیں

﴿تیسرا کارنامہ﴾

تصوف اسلامی کی صحیح تعبیر وتصویر

جاہلوں نے جب تصوف میں تصرف کر دیا
اس تصرف کو ہٹانے کے لئے لڑتے رہے
عاصی

کافی عرصہ سے علم تصوف کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں تھیں۔ جاہل صوفیوں نے اس صنف کے علم وعمل کو اپنے طرز عمل سے ایک سوالیہ بنایا تھا اگر چہ اس کی تائید میں رسائل وجرائد لکھے

Scanned with OKEN Scanner

جاتے تھے لیکن اس کے عملی اشغال کا کوئی ایسا مدرسہ موجود نہیں تھا جہاں سے اس کی اصلی تصویر سامنے ابھر کر آئے ۔مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کو بحکم مرشد کامل حضرت حاجی امداد اللہ ایک جیتا جاگتا مدرسہ بنایا جس کو اگر دکان معرفت کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا اور اس دور کے کبار علماء نے اس مدرسے سے استفادہ کیا علمی اعتبار سے ثابت کر کے دیا کہ تصوف کسی جھوٹی درویشی کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے۔جس کا حقیقی ماخذ قرآن وحدیث ہے۔اس خانقاہ اشرفیہ کے متعلق خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی یہ نظم بڑی فرحت بخش ہے ۔

عجب فرحت گہے ایں خانقاہ است
عجب نزہت گہے ایں خانقاہ است

(ترجمہ) یہ خانقاہ عجیب قسم کی فرحت بخشنے والی جگہ ہے۔اور یہ خانقاہ عجیب قسم کی پاک جگہ ہے۔

یکے ساقی ومیخواراں ہزار است
دو چشم مست او مشغول کار است

(ترجمہ) ایک ساقی ہے اور ہزاروں اس پاک شراب کے پینے والے ہیں اس کی مست دو آنکھیں اس سارے ماحول کی نگرانی میں مشغول ہیں

دل ایں جا مے کند اللہ اللہ
کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

(ترجمہ) اس جگہ دل اللہ اللہ کرتا ہے کیونکہ وہ ہر گھڑی اللہ اللہ کی صدائیں سنتا ہے۔

چہ صحت بخش ہست ایں جا فضائے
دل ایں جا بے دوا یابد شفائے

(ترجمہ) یہ جگہ کس قدر صحت بخش ہے یہاں بغیر دوا کے دل شفایاب ہو جاتا ہے۔

تصوف اسلامی تعلیم کا وہ خاص شعبہ ہے جس کے متعلق ہر دور کی عظیم ہستیوں نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے اپنے اپنے انداز سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی تعریف بیان کی ہے اور اپنی بساط کے مطابق ہر دور میں عملی رہنمائی بھی فرمائی لیکن کچھ غالی صوفیوں کی وجہ سے اس میں چند خرابیاں بھی داخل ہو چکی تھیں۔ان خرابیوں کو دور کر کے خالص اسلامی تصوف کو بیاں کرنا وقت کی اہم ضرورت تھی لیکن اس

Scanned with OKEN Scanner

کے لئے تقریر یا تحریر کافی نہیں تھی جب تک عملاً اس کے لئے کوئی مثال قائم نہ کی جاتی ۔اللہ تعالیٰ کو یہ کام مولانا اشرف علیؒ سے لینا تھا لہٰذا وہ ان سے یہ کام لیکر رہا۔اور اس کی عملی صورت اس طرح وجود میں آئی کہ مولانا نے جب خانقاہِ امدادیہ میں قیام فرمایا تو عملاً ثابت کر کے دکھایا کہ پیر کیسا ہونا چاہئے صرف برکت حاصل کرنے کے لئے کسی صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اگر چہ جائز ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ بغیر تعلیم وتربیت کے ایسے مرید اپنے بزرگوں کی بدنامی کا سبب بن جاتے ہیں ۔حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اور دیگر بزرگان دین نے پیر ڈھونڈنے کے متعلق جو تاکید اپنے منظوم کلام میں فرمائی ہے اس کا حقیقی پس منظر یہ ہے کہ پیر اور مرید کے درمیان عملاً زندگی بھر ایک ایسا رابطہ قائم رہنا چاہئے کہ پیر اپنے مرید کے احوال کی خبر گیری کرتا رہے اور مرید اپنے پیر کے ارشادات کی عملی طور بجا آوری میں مشغول رہے۔ایک دفعہ بیعت ہونے کے بعد برسوں اپنے پیر و مرشد سے تعلقات کو منقطع کرتے رہنا ایسا ہی ہے جیسا ایک دفعہ کھیت کے اندر بیج بوئے اور پھر کبھی ان کی نگہداشت نہیں کی ۔ظاہر ہے کہ اس کھیت سے اچھی پیداوار کی امید نہیں کی جاسکتی مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے مرشد کی صحبت میں چھ ماہ لگا تار گذارے ان سے مثنوی درساً پڑھی جو تصوف اسلامی کی ایک اعلیٰ شاہکار ہے ۔اس کے بعد چاروں سلسلوں میں ان سے اجازت حاصل کی ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ پر کسی کو مرید بنا سکتے ہیں لیکن مولانا نے کسی کو مرید بنانے کے لئے جو شرائط رکھے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ رسمی مرید بنانا نہیں چاہتے تھے بلکہ حقیقی مرید بنانا چاہتے تھے جو ظاہراً و باطناً اسلامی اوصاف سے متصف ہوں یہاں پر ان شرائط کو ذکر کرنا مناسب رہے گا جو آپ کسی کو مرید بنانے سے پہلے اس سے طے فرماتے تھے اس کے دو عنوان مقرر کئے گئے تھے:

شرائط بیعت بلا تعلیم

۱۔قرآن مجید جتنا پڑھا ہے یا جتنا یاد ہے کسی صحیح پڑھنے والے سے صحیح کرنا ہوگا

۲۔بہشتی زیور کے سب حصے یا سات حصے اور بہشتی گوہر اور اصلاح الرسوم اور قصد السبیل کی کہیں پڑھ کر یا سن کر اس کی پابندی کرنی ہوگی۔

۳۔میرے چھپے ہوئے وعظ ہمیشہ پڑھنا یا سننا پڑھیں گے۔

۴۔ابتدائی تعلیم میرے کسی اجازت یافتہ سے (جس کو میں تجویز کروں یا طالب کی تجویز پر اجازت دوں) حاصل کرنا ہوگی اور جب تک پچیس باران سے خط و کتابت نہ ہو چکے براہ راست مجھ سے تعلیم کی استدعا نہ کی جائے۔

Scanned with OKEN Scanner

شرائط تعلیم بلا بیعت

اگر فی الحال بیعت پر اصرار نہ ہو۔ صرف تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو صرف اول تین شرطوں کی پابندی لازم ہوگی (تنبیہ) ابتداء میں بیعت و تعلیم دونوں جمع نہیں ہوسکتیں (اشرف علی)

اس کے بعد بیعت ہونے والوں کو سب کام بتائے جاتے تھے جو ان کو ضروری کرنے ہوتے اور جو کام چھوڑنے کے ہیں وہ بھی تفصیلاً اور تحریراً ان کو بیان کئے جاتے جو سب شرعی احکام کے ذیل میں آتے ہیں ایسا تصوف بدعت نہیں بلکہ عین دین ہے۔ اور ایسی بیعت عین اس بیعت کی نقل ہے جو مسلمان کسی خلیفہ کے ہاتھ پر کرتے تھے جو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی امور کی نگرانی فرماتے تھے۔ بدقسمتی سے اگرچہ آجکل ہم ایسی خلافت اسلامیہ سے محروم ہیں لیکن پھر بھی ایسے ماہرین شریعت و طریقت کے طفیل اسلام کے روحانی فیوض سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ اس دور میں حضرت کا ایک تجدیدی کارنامہ تھا کہ ایک طرف سے صحیح اسلامی درویشی کا سبق پڑھایا اور دوسری طرف سے ان خرافات کو دور فرمایا جو اسلام کے نام پر غلط قسم کے صوفیوں نے اس میں داخل فرمائی تھیں۔ آج بھی مولانا اشرف علیؒ کے سلسلے کے سینکڑوں خلفاء یہ کام برصغیر کے مختلف مقامات پر انجام دے رہے ہیں اور اللہ کے بندوں کو مستفید فرما رہے ہیں۔

﴿چوتھا کارنامہ﴾

اسلامی سیاست کی صحیح تشریح

جس سیاست سے خلافت کی بنا ہو استوار
اس سیاست کی حقیقت کا سبق دیتے رہے
(عاصی)

علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اس معاملے میں ایک مثبت سوچ تھی کچھ لوگ سیاست پر تو زور دیتے ہیں

Scanned with OKEN Scanner

لیکن دین کو پس پشت ڈالتے ہیں جبکہ دوسری جگہ علامہ اقبالؒ دین کو سیاست کی بنیاد قرار دیتے ہیں ؎

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دین میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
تا خلافت کی بنا ہو پھر جہاں میں استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اس سلسلے میں یہ نظریہ تھا کہ جب تک مسلمان اسلامی عقائد واعمال سے اپنے آپ کو مزین نہیں کریں گے تب تک نصرت خداوندی انکی طرف متوجہ نہیں ہوسکتی آپ نے کئی مقامات پر ثابت کر کے دیا ہے کہ مسلمانوں نے جتنی جنگیں لڑیں ہیں اور پھر ان میں فتح حاصل کی ہے وہ صرف ان اوصاف حمیدہ کی بنیاد پر حاصل کی ہے جو اسلامی تعلیم کے لازمی اجزاء ہیں ۔آپ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی وہ کسی اکثریت کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوئی بلکہ ان کے اخلاق کی تکمیل ہو چکی تھی مکہ میں بھی مسلمان اقلیت میں تھے لیکن وہاں پر مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ صبر کی تلقین کی گئی ۔وجہ صرف یہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کی تربیت کی جارہی تھی اور وہ تربیت اس مقام تک نہیں پہنچ چکی تھی جس مقام پر پہنچ کر نصرت خداوندی شامل حال ہو جاتی ہے ۔وہاں پر صرف اقلیت میں ہونے کی وجہ سے لڑائی ممنوع نہیں تھی ۔اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہاں اقلیت میں ہونے کی وجہ سے لڑائی ممنوع تھی تو مدینہ پہنچ کر اور جنگ بدر میں حصہ لیتے وقت کون سی اکثریت مسلمانوں کے پاس تھی وہاں پر بھی تو مسلمان اقلیت میں ہی تھے جس خدا نے ان کو بدر میں کامیابی نصیب فرمائی وہ خدا ان کو مکہ میں بھی کامیابی عطا کر سکتا لیکن ابھی تربیت پوری طرح نہیں ہوئی تھی ۔جب تربیت پوری ہوگئی تو حضرت علیؓ نے اس یہودی کو بھی بخشا جس کو اس نے پچھاڑا تھا لیکن تھوکنے کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اس کو چھوڑا کیونکہ وہ اب یہ تمیز کرنے سے قاصر تھے کہ تھوکنے کے بعد اگر میں اس کو قتل کروں گا تو یہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہوگا یا نفس کا انتقام لینے کے لئے ۔باقی مولانا دل سے اس بات کے متمنی تھے کہ اس برصغیر میں ایک ایسی اسلامی ریاست ضرور ہونی چاہئے جہاں اسلامی احکام کا اجراء ہو ۔شریعت کے فیصلوں کو عدالت کی روشنی میں عملی جامہ پہنایا جائے اس کا اظہار انہوں نے ایک دفعہ تقریباً ۱۹۲۸ء میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے سامنے بھی کیا تھا جس کی تفصیل ''اسلامی حکومت و دستور مملکت'' میں صفحہ نمبر ۶۳ پر محمد زید مظاہری ندوی نے بیان کی کی ہے اور وہ اسطرح ہے ۔

Scanned with OKEN Scanner

اسلامی حکومت کے قیام کی دلی تمنا

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ راوی ہیں کہ ۱۹۲۸ء میں جب پہلی بار حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں حضرت نے دارالاسلام کی اسکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی ''جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطے پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں وغیرہ۔ اس مقصد کے لئے صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہئے اور اسی کو یہ کوشش کرنی چاہئے (حضرت تھانوی) کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں، تمام تر دینی تھا وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے۔ فرمایا کہ ایک بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے پاس کہیں سے ایک لاکھ روپیہ آجائے تو کیا کروں؟...... (میں نے اس) کا مصرف یہ سوچا کہ سارے تھانہ بھون کی زمین خرید کر وقف کردوں تاکہ ایک مقام تو خالص دارالاسلام ہوجائے۔'' سبحان اللہ کیا جذبات تھے، کیا خیالات تھے۔

(بحوالہ صفحہ نمبر ۱۶۳ اسلامی حکومت و دستور مملکت انتخاب و ترتیب محمد زید مظاہری ندوی)

مکہ میں قتال کی اجازت کیوں نہیں ملی؟

اشرف السوانح صفحہ نمبر ۲۴۲ پر قتال کی اجازت عنوان کے تحت حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ:

''میں ایک باریک نکتہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت کیوں نہیں ملی۔ مدینے میں پہنچ کر اجازت ہوئی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ ظاہر میں یہ سمجھتے ہیں کہ قلت جماعت وقلت اسباب اس کا سبب تھا یہ خلاف تحقیق ہے کیونکہ مدینہ ہی پہنچ کر کیا جماعت بڑھ گئی تھی کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔ مدینہ کی جماعت تمام عرب کے مقابلہ کیا چیز تھی بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفار عالم کے مقابلہ میں یہ اجازت ہوئی تھی۔ تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا۔ اسی طرح مدینہ میں پہنچ کر سامان میں کیا زیادتی ہوگئی تھی۔ کفار ہمیشہ نہایت ساز و سامان سے مقابلہ کرتے تھے اور مسلمانان مدینہ کی یہ حالت تھی کہ بعض مواقع میں ایک ایک سواری میں سات آٹھ آدمی شریک ہوتے تھے۔ بعض دفعہ چند آدمیوں میں ایک ہتھیار مشترک ہوتا تھا۔ پس یہ کہنا بالکل واقع کے خلاف ہے کہ مدینہ میں جاکر جماعت وسامان کی زیادت اس اجازت کا سبب ہوئی۔ نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلہ میں اکثر مواقع میں اس قدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا

۔چنانچہ ارشاد ہے و انزل جنودا لم تروھا اور ارشاد ہے بلیٰ ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین ط

اخلاق کا رسوخ

اور یہ صورت نزول ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن تھی ۔مگر پھر بھی اس صورت کو اختیار کر کے وہاں اجازت نہ دی گئی تو اس کی کوئی وجہ بتلانی چاہئے اہل ظاہر اس کی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے۔ محققین نے فرمایا کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ اخلاص وصبر وتقویٰ وغیرہ کامل طور پر راسخ نہ ہوئے تھے اس وقت اگر اجازت قتل کی ہو جاتی تو سارا مقابلہ جوش غضب وانتقام للنفس کے لئے ہوتا محض اخلاص واعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نہ ہوتا اور اس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے ان کی امداد کی جائے اور حمایت الٰہی ان کے شامل حال ہو۔چنانچہ آیت مذکورہ میں بلیٰ ان تصبروا و تتقوا کی شرط بتلا رہی ہے کہ حمایت الٰہی اس وقت متوجہ ہوتی ہے جبکہ مسلمان صبر وتقویٰ میں راسخ ہوں اور تقویٰ کے معنیٰ ہیں احتراز مما نھی اللہ عنہ و امتثال ما امر بہ۔ جس میں اخلاص اور احتراز عن الریاء و عن شابۃ النفس بھی داخل ہے اور مدینہ پہنچ کر یہ اخلاص راسخ ہو گئے تھے۔مہاجرین کو مکہ میں رہنے کی حالت میں کفار کی ایذاء پر صبر کرنے سے نفس کی مقاومت سہل ہو گئی تھی۔ پھر ہجرت کے وقت جب انہوں نے اپنے وطن واہل وعیال ومال ودولت سب پر خاک ڈال دی تو ان کی محبت الٰہی کامل ہو گئی ،اور محبت دنیا ان کے قلب سے بلکل نکل گئی۔(بحوالہ اشرف السوانح صفحہ نمبر ۴۶۲،۴۶۳)

﴿پانچواں کارنامہ﴾

تبلیغی نظام قائم کرنے کی ضرورت

دین کی دعوت جہاں میں عام کرنے کے لئے
کام کے عاشق ہمیشہ ڈھونڈ کر لاتا رہا
(عاصی)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مواعظ کے ذریعے اسلام کی جو خدمت کی وہ اپنی مثال

آپ ہے۔ نہ آپ کے پاس حکومت تھی اور نہ مال و زر۔ لیکن اللہ نے آپکو علم دین کی دولت سے نوازا تھا اور آپ اس بارے میں بہت متفکر رہتے تھے جس خیر سے اللہ نے آپ کو نوازا تھا وہ خیر اوروں تک منتقل ہو جائے۔ تحریری خدمت کے ساتھ ساتھ آپ دل سے اس بات کے متمنی تھے کہ مسلمانوں میں تبلیغی نظام قائم ہو جائے۔ چنانچہ شعبہ تبلیغ قائم کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ

ایک ایسا نظام بنایا جائے جس سے تبلیغ کا کام ہمیشہ چلتا رہے۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں نے اسلامی مدارس عربی کی تعلیم کے لئے قائم کر رکھے ہیں جو زمانہ دراز سے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح کچھ مستقل مدارس صرف تبلیغ کے لئے قائم کریں جن میں صرف اس کام کی تعلیم دی جائے اور مبلغین تیار کئے جائیں۔ مدارس عربیہ کے ساتھ اس کام کو ملحق نہ کیا جائے کیوں کہ اس سے علوم دین کے کام میں نقص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ تجربہ سے معلوم ہو جائے گا۔

تبلیغی نظام قائم کرنے کا طریقہ

۱: تبلیغی نظام قائم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہر ضلع میں ایک مجلس تبلیغی قائم کر دی جائے۔

۲: تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر ان کا قیام ہو۔ با ضابطہ نظم ہو، اور دیگر ممالک میں تیار کر کے بھیجے جائیں۔

۳: احکام کی تبلیغ اور مخالفین کے مضامین تحریراً و تقریراً رد کرنے کے لئے ایسے طلبہ کو منتخب کیا جائے جن کے ظاہر و باطن میں کچھ تو دین کی طرف خاص میلان موجود ہو، اور پھر ان کو اہل اللہ کی خدمت میں رکھا جائے جس سے ان کا اخلاص راسخ ہو جائے اور ان کے اخلاق کی درستی ہو۔

۴: فرمایا میرے پاس روپیہ نہیں ورنہ کم از کم ایک ہی واعظ بابرکت اور خوش بیان ملازم رکھ لیتا، جہاں ضرورت ہوتی بھیج دیا کرتا۔

دیہاتوں میں جاجا کر تبلیغ کرنے کی ضرورت

مبلغین کو چاہیے کہ دیہات والوں کی طرف توجہ کریں۔ اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر تم ان کو تعلیم یافتہ بنا دو گے تو وہ کسی کے دھوکہ میں نہ آئیں ورنہ کوئی دوسرا ان کو بہکا دے گا۔

اللہ معاف کرے واقعی ہم اب تک اس سے غافل تھے اب جو غور کر کے دیکھا جاتا ہے تو حالت یہ

Scanned with OKEN Scanner

ہے کہ بعض دیہات والوں کا اسلام نہایت نازک اور کمزور ہے۔ بعض لوگوں کو نماز، روزہ کی تو کیا خبر ہوتی، ان کو کلمہ تک بھی نہیں آتا۔ ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کی سخت ضرورت ہے۔

کتنے افسوس کی بات کہ دوسروں کو تو ہم اپنے مذہب میں کیا لاتے، اپنے ہی بھائیوں کو اپنے مذہب میں نہیں رکھ سکتے۔

خدانخواستہ یہی نوبت رہی تو آج تو نومسلموں پر ان کی کوشش ہے اگر مخالفین کا حوصلہ بڑھ گیا تو کل وہ پرانے مسلمانوں کو بھی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ آپ نے قصے سنے ہونگے کہ بعض پرانے مسلمان عیسائی ہو گئے۔ آریہ ہو گئے۔ اگرچہ وہ چند ہی سہی اور طمع زر یا طمع زن (یعنی مال و عورت کی لالچ) ہی سے سہی ہمارے رونے کے لئے ایک بھائی کا بھی کم ہو جانا کافی ہے۔

غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کی ضرورت

اس وقت دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جن کے پاس اسلام کی نعمت ہے مگر ادھوری ہے ان کو تو پورا مسلمان بنانے کی کوشش کی جائے اس شعبہ کا نام میں "تکمیل ایمان" رکھتا ہوں۔ دوسرے وہ جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے ان کو اسلام پہنچایا جائے اس شعبہ کا نام میں "تبلیغ اسلام" رکھتا ہوں۔

اس میں بہت زمانہ سے مسلمان کوتاہی کر رہے ہیں۔ اس فرض کو سب ہی نے بھلا دیا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا اصل کام یہی تھا۔

خلاصہ یہ کہ کفار کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کرو۔ جنگ و جدال بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ کیا اس کے محاسن کم ہیں، جو ان کو چھوڑ کر جنگ و جدال میں مشغول ہوں۔ اس کے حسن ہی کے بیان کرنے سے فرصت نہیں مل سکتی۔ پھر لڑائی جھگڑے کی فرصت کب نکل سکتی ہے

(دیکھو صفحہ ۱۳۱۴ اسلامی حکومت و دستور مملکت)

اسلام کی ترقی اور دین کی حفاظت کا طریقہ

دین کی حفاظت دو طریقے سے ہوتی ہے ،ایک بیرونی حملوں کو روکے دوسرے خود اندرونی بنیادوں کو محفوظ کرنا۔ حفاظت کے لئے دونوں ہی جز کی ضرورت ہے۔ اگر اندرونی حالت بالکل خراب ہو تو حفاظت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر ہم اس کا اہتمام کرلیں تو غیر لوگ خود پست ہو جائیں۔ اس کے بغیر صرف

Scanned with OKEN Scanner

دوسری قسم میں کوشش کرنا (یعنی غیروں کو تبلیغ کرنا) ایسا ہے جیسے اپنے پاس ہتھیار نہیں، خزانہ نہیں، پھر دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہتھیار سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پاس اعمال نہیں، ہمارے اعمال، اخلاق، معاشرت بالکل گندے ہیں۔ اگر ہمارے یہ ہتھیار تیز ہوں۔ تو دوسرا کبھی حملہ نہ کرسکے، اس کو لڑنے کی ہمت نہ ہوگی۔

غیر مسلموں میں تبلیغ اور باطل مذاہب کی تردید کیلئے دوسرے علوم وفنون اور زبان سیکھنے کی ضرورت

کفار کی تبلیغ کے لئے اگر ان اقوام کی زبان بھی سیکھ لے تو بشرط خلوص نیت عین طاعت ہے۔ جیسے اس وقت کوئی انگریزی وغیرہ اسی نیت سے حاصل کرنا چاہے۔

اور اہل باطل پر ردوقدح یا مناظرہ کے لئے اہل باطل کے علوم وفنون کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا، انگریزی پڑھنا۔

فقہی مسئلہ ہے کہ مقدمۃ الواجب واجبٌ (یعنی واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوتا ہے) اس وقت جن چیزوں کا تبلیغ کے لئے موقوف علیہ ہونا ثابت ہو جائے۔ مثلاً وہ امور جن کو اہل بصیرت بتلا دیں کہ تبلیغ کے لئے ان کی بھی ضرورت ہے تو ان کا اتباع کر کے ان مقدمات کو بھی جمع کریں، بشرطیکہ شرعی حدود سے باہر نہ ہو۔

سنسکرت کا سیکھنا غیر مسلموں کی تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس سے معاندین اسلام کے مذہب پر کماحقہٗ اطلاع ہوگی اور انھیں ہی کی کتابوں سے ان کا جواب دیا جائے گا تو بڑا کارگر ہوگا۔ خصم ہی کے مسلمات سے جواب دینا بڑا فائدہ مند ہوتا ہے اس سے وہ ساکت اور دنگ ہو جاتا ہے اور تبلیغ کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ جس سے خصم بالکل ہی چپ ہو جاتا ہے۔ مجمع کے اوپر اس کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔

(خلاصہ یہ کہ دوسرے علوم وفنون، سنسکرت سائنس وغیرہ دوسرے مذاہب کی تردید اور اسلام کی تبلیغ کے لئے سیکھنے کے استحسان یا ضرورت میں کوئی کلام وخفا نہیں۔ لہٰذا اس زبان کو حاصل کرنا ایسی حالت میں بلاشبہ مستحسن یا ضروری (یعنی واجب) علی الکفایہ ہے۔ اور اسی بنا پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا اور علم کلام کو بطرز معقول مدون فرمایا۔

جواب دو قسم کے ہوتے ہیں، الزامی و تحقیقی۔ الزامی جواب کے لئے دوسرے، مذاہب سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے مخالف کی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ الزامی

Scanned with OKEN Scanner

جواب کے لئے اپنے مذہب کے ساتھ دوسرے مذاہب پر بھی پوری نظر ضروری ہے۔

(دیکھو صفحہ ۳۱۶ اسلامی حکومت ودستور مملکت) شائع شدہ ازادارہ افادات اشرفیہ ہتوارہ باندہ یو۔پی)

﴿چھٹا کارنامہ﴾

اِصلاح الرّسوم

نفس کے بندوں نے جو تحریف کی تھی دین میں

وہ ملاوٹ دور کر کے صاف و پاک کرتے رہے

(عاصی)

اسلامی معاشرت اتنی سادہ ہے کہ اگر اسکو اختیار کیا جائے تو آدمی کو زندگی میں حقیقی راحت نصیب ہوتی ہے جب کسی قوم میں عیاشی آتی ہے اس کی گراوٹ شروع ہو جاتی ہے علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ؎

آتجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے شمشیر وسنان اول طاؤس ورباب آخر

صحابہ کرامؓ کی بے شمار صفات میں سے ایک خاص صفت عام طور سے جو پائی جاتی تھی وہ یہی سادگی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی سادگی اور شرافت سے نوازا تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں میں بہت ساری رسمیں ایسی عام ہوگئیں ہیں جو نہ صرف خلاف شریعت ہیں بلکہ اگر حال یہی رہا تو دین کی صحیح تصویر ہی دنیا والوں کی نظر سے اوجھل ہو جائے گی۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں مہد سے لے کر لحد تک کے تمام امور وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور حدیث وفقہ میں اس کے متعلق الگ الگ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ مگر لاعلمی اور خودغرض اور مفاد پرست اشخاص کی غلط رہبری کی وجہ سے عام لوگ ان رسوم کے پھندوں میں پھنس جاتے ہیں اور پھران کی زندگی تنگ اور تلخ بن جاتی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو چونکہ اللہ نے چشم بصیرت عطا فرمائی تھی لہٰذا قوم کو ان شکنجوں سے نکالنے کے لئے آپ نے اپنے قلم سے ان رسوم کی نشاندہی فرمائی اور عوام کو باخبر کیا کہ جن غلط رسوم کی پابندی میں آپ اپنا قیمتی سرمایہ لٹا رہے ہیں اور وقت کو ضائع کرتے ہیں اس کی بازپرس اللہ کے یہاں ہوگی۔ نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور گناہ سر پر پڑھ جائیں گے۔ اس سلسلے میں باریک سے باریک باتیں آپ نے بیان فرمائیں اور اصلاح الرسوم شائع کر کے بے شمار بندوں کو راہ مستقیم کی طرف رہبری فرمائی جس میں پیدائش سے لے کر مرتے دم تک کی بری رسموں کا تذکرہ کر کے اس کی دینی و

دینوی خرابیوں پر کافی روشنی ڈال کر مسلمانوں کو اس بلا سے بچانے کی قابل تعریف کوشش فرمائی۔ جن کی پابندی کی وجہ سے پریشانی، تنگدستی، غربت اور دوسری مصیبتوں میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں تین باب ہیں اور ہر باب میں دس فصلیں ہیں۔ پہلے باب میں ان رسوم کا تذکرہ ہے جن کو کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں دوسرے باب میں ان رسوم کا تذکرہ ہے جن کو کرنے والے جائز سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور تیسرے باب میں ان رسوم کو بیان کیا گیا ہے جن کو کرنے والے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور آخر میں ایک ضمیمہ (An Addition) کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ واقعی حکیم الامت تھے۔ کہ آپ کی نظر ان باریک باتوں تک بھی جاتی تھی جن کو معمولی سمجھ کر اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

﴿ساتواں کارنامہ﴾

تقلید کو تحقیق سے ثابت کرنا اور اعتدال کا راستہ بتانا

انتہائی حلم سے اور دین حق کے علم سے
اقتدائے رفتگاں کو خوب سمجھاتے رہے
(عاصی)

تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کسی قابل اعتماد شخصیت کی تشریح کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی حدیث و ارشادات پر عمل کرنا۔ اور امت مسلمہ میں جس خاص شخصیت نے سب سے پہلے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا وہ امام ابوحنیفہؒ کی ذات بابرکت ہے۔ دوسرے اماموں کی نسبت سے ان کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانے کے بالکل قریب ہے اور ہمارے نزدیک حدیث کا اصل مفہوم سمجھنے میں ان کا مقام بہت ہی اونچا ہے اور کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ کیوں کہ ان کی سمجھ اور ان کے علوم اس بات پر واضح ثبوت ہیں۔ ایسا کر کے ہم نبوت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ جس شخص کے نزدیک تقلید کا یہی مطلب ہو گا اس کے نزدیک حدیث پر عمل کرنا ہی بنیادی مقصد ہو گا اور ایسا شخص امام صاحب کو کسی بات کے سمجھنے کے لئے محض ایک واسطہ سمجھے گا۔

اس حقیقت کو سمجھانے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک اہم خدمت انجام دی کہ ایسی ہستیوں کو بیچ میں واسطہ بنانے کی کس درجہ اہمیت ہے مواعظ حسنہ حصہ چہارم میں ایک جگہ صفحہ ۷۶، ۷۷ پر فرماتے ہیں۔

"بعض کو دین کی بڑائی کا زعم ہو جاتا ہے۔ یہ حالت ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث کا ترجمہ دیکھا اور

اجتہاد شروع کر دیا۔ ترجمہ سے بغیر حقیقت شناسی کے اجتہاد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کسی شخص نے گلستان کا لفظی ترجمہ دیکھ کر اجتہاد کیا تھا۔ اس میں یہ شعر دیکھا تھا۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست : در پریشاں حالی و درماندگی

(ترجمہ اور مفہوم) دوست وہ ہے جو پریشانی و عاجزی کے وقت دوست کا ہاتھ پکڑے (یہاں ہاتھ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے دوست کی مدد کرے ظاہر میں تو (گیرد دست دوست) کا معنی یہ ہے کہ اپنے دوست کا ہاتھ پکڑے لیکن مطلب یہ ہے کہ اپنے دوست کا دستگیر یعنی مددگار بن جائے)

ان کو ایک جگہ ان کے ایک دوست پٹتے ہوئے مل گئے مگر وہ پھر بھی کچھ کچھ ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے۔ آپ نے اس دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے بس خوب پٹے۔ اس نے بعد میں پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی۔ آپ فرماتے ہیں ع

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست

(یعنی دوست وہ ہے جو پریشانی و عاجزی کے وقت دوست کا ہاتھ پکڑے)

''دست کا ترجمہ دیکھ لیا تھا غنیمت ہے ورنہ دوست کے پائخانہ کا دست اُٹھا کر لایا کرتا۔''

مطلب یہ کہ غنیمت ہے کہ فارسی زبان کے لفظ ''دست'' کا ترجمہ جانتا تھا جو کہ ''ہاتھ'' ہے۔ ورنہ ایسے کم عقل آدمی سے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی دوست کا دست یعنی پاخانہ اُٹھا کر لاتا۔ یہ حال ہوتا ہے ان لوگوں کا جن کی رسائی الفاظ کی ظاہری حد تک ہوتی ہے اسی لئے ایسے ائمہ کو بیچ میں واسطہ بنانے کی ضرورت ہے جن کے علمی مرتبے کو عالموں اور فاضلوں نے تسلیم کیا ہو اور اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت اور برتری کو نہ صرف عالموں اور فاضلوں نے تسلیم کیا ہے بلکہ اپنے ہم عصر ائمہ اور محدثین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا انکی تقلید کر کے کوئی مسلمان مشرک نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کے آگے ایک اور مثال دے کر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک دوسرے مجتہد نے فخراً بیان کیا کہ جس روز امتحان کے پرچے آئے تھے تو میں نے نماز میں قصر کیا تھا کہ

فلیس علیکم جناح ان تقصرو من الصلواۃ ان خفتم (ترجمہ) تم پر گناہ نہیں کہ اگر تم نماز میں قصر کرو جب کہ تمہیں خوف ہو۔

ہم (طلباء) کو جواب کے صحیح نہ لکھے جانے کا بڑا خوف تھا اس لئے ہم نے قصر کیا ایک

دوست وہاں موجود تھے۔انہوں نے پوچھا کیوں صاحب جو معاہدہ مشروط (Conditional) ہو تو شرطوں کے ساتھ وہ کیا ایک شرط محقق (ثابت ہونے) سے مکمل ہو جاتا ہے۔انہوں نے کہا نہیں انہوں کہا کہ آپ نے قرآن کی آیت پوری نہیں پڑھی پس علیکم سے پہلے اذا ضربتم فی الارض (ترجمہ کہ جب تم زمین میں سفر کرو۔خیر خوف (تو) تھا مگر سفر آپ نے کون سا کیا تھا۔بس ہو چکا اجتہاد وہ تھے بھلے مانس (شریف آدمی) غلطی کا اقرار کیا۔

ایک تیسرا قصہ بیان کیا ہے کہ "ایک صاحب نے کہہ دیا کہ سود حرام ہی نہیں اور لا تاکلو الربوا میں یہ لفظ ربوا بکسر را نہیں ہے بلکہ رُبا بالضم راہ ہے۔(مطلب یہ کہ ر کے نیچے زیر نہیں بلکہ ر کے اوپر پیش ہے۔جس کے معنی لوٹ مار کرنے اور اچک لینے کے ہیں۔بس جو مال لوٹ کر لیا جائے گا وہ حرام ہو گا۔ان مجتہد صاحب کو بھی خبر نہیں کہ کہاں "رُبا" جو "ربودن" فارسی سے مشتق ہے اور کہاں عربی قرآن اگر ایسے ہی مجتہد ہونگے تو پھر دین کا خدا حافظ

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند

این چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

ترجمہ: بلی کو امیر، کتے کو وزیر اور چوہوں کو منشی (کلرک) بنا دیں تو ملک تباہ ہو جائے گا۔

(دیکھو مواعظ حسنہ حصہ چہارم صفحہ نمبر ۷۷،۷۸)

چوتھی حکایت: مواعظ حسنہ حصہ اول میں ایک جگہ فرماتے ہیں "اس لفظ پرستی پر ایک مثال یاد آئی ایک شخص کا انتقال ہوا۔موت کے قریب بیٹے کو وصیت کی کو جو کوئی میری تعزیت کو آئے اس کو اونچی جگہ بٹھانا اور نرم اور شیرین باتیں کرنا اور بھاری کپڑے پہن کر اسے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا۔اب صاحبزادے کی سنئے ایک صاحب ان کے والد کے دوست تعزیت کو آئے۔آپ نے نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو مچان (وہ تختہ یا کڑیاں جو دیوار میں اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے لگا دیتے ہیں) پر بٹھا دو۔یہ آئے اور مجرموں کی طرح ان کو زبردستی پکڑ کر مچان پر بٹھا دیا۔اب وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔نوکر کہتے ہیں کہ آقا کا یہی حکم ہے۔اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جاجم دری (بیل بوٹے دار یا قالین) میں لپٹے ہوئے ایک عجیب بغلول (بے وقوف) کی طرح سے بنے ہوئے ہیں۔آخر مہمان نے کچھ تعزیت میں کہا تو جواب میں فرماتے ہیں "گڑ" انہوں نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہے۔روئی مہمان بے چارہ دنگ ہے۔غرض کھانے کا

وقت آیا گوشت گلا نہ تھا۔ مہمان نے کہیں اس کا شکوہ کیا تو آپ تیز ہو کر کہتے ہیں واہ صاحب! میں نے آپ کے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپ کو پسند نہیں آیا۔ اب مہمان اور بھی پریشان۔ آخر تحقیق کی تو انہوں نے بیان کیا کہ ابا نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص تعزیت کے واسطے تمہارے پاس آئے تو اس کو اونچی جگہ بٹھانا۔ اس واسطے میں نے مچان پر بٹھایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی اور یہ کہا تھا کہ بھاری کپڑے پہن کر ان سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کپڑا نہ تھا۔ تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم اور میٹھی باتیں کرنا۔ اس گڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی چیز مجھ کو نہ معلوم ہوئی۔ اور وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا۔ تو اس کتے سے زیادہ کوئی جانور قیمتی ہمارے گھر میں نہ تھا۔ مہمان لعنت بھیج کو وہاں سے رخصت ہوا۔ پس یہی حالت ہماری ہے۔ کہ الفاظ یاد کر لئے ہیں۔ حقیقت آداب و اخلاق و اعمال کی نہیں سمجھتے۔ (صفحہ ۴۳، ۴۴ مواعظ حسنہ حصہ اول)

اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے متعلق نواب صدیق حسن کے بیٹے کی حکایت

نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز وہ بھوپال میں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور ایک صاحب مدعی عمل بالحدیث (حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے والا) ان کے پاس کھڑے تھے۔ یہ خیال کر کے کہ صاحبزادے صاحب (جو اہل حدیث تھے) بہت خوش ہونگے بڑے زور سے آمین کہی۔ صاحبزادے صاحب نے بعد نماز کے اُن سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے۔ ذرا مجھ سے مل کر جائیے وہ خوشی خوشی انتظار میں بیٹھ گئے دیکھئے کیا انعام ملتا ہے۔ اتنے میں صاحب زادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے۔ وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا۔ انھوں نے صاحب کے ایک دھول جمائی (تھپڑ ماری) اور فرمایا کہ آمین بالجہر (زور سے نماز میں آمین کہنا) تو ضرورت حدیث میں آئی ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اُٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محض مخالفت بھڑکانے کو ایسا کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ سزا دی گئی'' اس کے بعد حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ

''حضرات ہماری سبھی حالتیں بگڑ رہی ہیں۔ ہر چیز میں افراط وتفریط ہو رہی ہے۔ اور عوام کی کیا شکایت کریں۔ انصاف یہ ہے کہ آداب کو بعض اہل علم تک نہیں جانتے۔ محض لفظ پرستی رہ گئی ہے۔

(دیکھو مواعظ حسنہ حصہ اول صفحہ ۴۳)

Scanned with OKEN Scanner

آٹھواں کارنامہ

مختلف موضوعات پر جاندار تحریریں

دین کا ہر ایک شعبہ ظاہری ہو یا باطنی

خون سے اس عاشقِ صادق سے وہ پھلتے رہے

(عاصی)

ایک بڑا کام جو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کیا وہ اس فتنے کے دور میں مختلف موضوعات پر جاندار تحریریں، اصلاح معاشرہ اور علم کو فروغ دینے کے لئے لکھ دیں۔ اور اتنی کثیر تعداد میں لکھ دیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کس طرح اللہ کے اس مخلص بندے نے اس مختصر عمر میں کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ لکھ ڈالا جس میں امت کے ہر ہر مرض کی نشاندہی کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل بیان فرمایا۔ افسوس ہے کہ آج اپنی تن آسانی کی وجہ سے ہم سے ان کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں ہو پاتا ہے اور نہ ہم میں اتنی ہمت رہی ہے کہ کم از کم ان بزرگوں کے اس علمی ذخیرہ کو آسان اردو میں منتقل کر سکیں۔ جس کی اب واقعی ضرورت ہے۔ کیونکہ اردو زبان کی گرتی اور بگڑتی صورت حال کے پیش نظر یہ کام انتہائی ضروری بن گیا ہے۔ مولانا تھانویؒ کے فراہم کردہ لٹریچر میں نہ صرف یہ کہ ہمارے لئے کافی سامانِ دنیا وآخرت موجود ہے بلکہ اسی کو بنیاد بنا کر ہمارے لئے علم وادب کی مزید راہیں کھل سکتی ہیں۔ اب ایک مختصر سا خاکہ ان کی تصنیفات کا پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے اس مخلص بندے نے اس قلیل عمر میں ہمارے لئے کتنا قیمتی سرمایہ پیچھے چھوڑا جس کا سنبھالنا بھی آج ہمارے لئے دشوار بن گیا ہے۔

نمبر شمار	موضوع	تعداد کتب
۱	علم القرآن	۲۵
۲	علم الحدیث	۸
۳	عقائد	۱۳
۴	عبادات	۱۲
۵	تصوف	۴۳

۶	منطق	۱۱
۷	علم الکلام	۲۵
۸	اصلاحیات	۱۹
۹	سیاسیات	۱۲
۱۰	معاملات	۱۳
۱۱	تذکار (جس میں سیرت اور تذکرہ ہو)	۱۵
۱۲	اذکار (ذکر وظائف وغیرہ)	۱۰
۱۳	فتاوٰی	۱۶
۱۴	اسلامیات	۱۹
۱۵	نسائیات (عورتوں کے متعلق)	۱۰
۱۶	عملیات (قرآن وحدیث سے ثابت اعمال کو برتنے کا طریقہ)	۴
۱۷	متفرقات	۳۷
۱۸	مکتوبات	۶
۱۹	ملفوظات	۶۴
۲۰	[مواعظ اتباع واتقاء کے متعلق	
۲۱	مواعظ اخلاص وایمان کے متعلق	
۲۲	مواعظ اتحاد واخوت کے متعلق	
۲۳	مواعظ اسلام کے متعلق	
۲۴	مواعظ اخلاص وآداب کے متعلق	
۲۵	مواعظ اصلاح الاعمال کے متعلق]	۷۲
	(کل میزان ۲۰ سے ۲۵ تک کے مواعظ کا)	
۲۶	مواعظ اصلاح نفس کے متعلق	۱۴
۲۷	مواعظ ترغیب وترہیب کے متعلق	۶

۲۸	مواعظ تسلیم و رضا کے متعلق	۷
۲۹	مواعظ ذکر و فکر کے متعلق	۱۰
۳۰	مواعظ دین و دنیا کے متعلق	۱۷
۳۱	مواعظ دار الآخرت کے متعلق	۹
۳۲	مواعظ دعا و درود کے متعلق	۱۴
۳۳	مواعظ رد بدعت کے متعلق	۴
۳۴	مواعظ حدود اور حقوق کے متعلق	۴۱
۳۵	مواعظ خوف و خشیت کے متعلق	۵
۳۶	مواعظ حرص و ہوس کے متعلق	۴
۳۷	مواعظ حج و قربانی کے متعلق	۹
۳۸	مواعظ صبر و شکر کے متعلق	۱۴
۳۹	مواعظ صوم و صلوٰۃ کے متعلق	۱۷
۴۰	مواعظ صحبت بزرگان کے متعلق	۵
۴۱	مواعظ سلوک و تصوف کے متعلق	۷
۴۲	مواعظ عبادت کے متعلق	۶
۴۳	مواعظ علم و عمل کے متعلق	۲۲
۴۴	مواعظ عیدین کے متعلق	۵
۴۵	مواعظ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۷
۴۶	مواعظ مال و جاہ کے متعلق	۷
۴۷	مواعظ مضار المعصیۃ کے متعلق	۵
۴۸	مواعظ مصیبت و راحت کے متعلق	۷
۴۹	مواعظ محبت و مودت کے متعلق	۵
۵۰	مواعظ موت و حیات کے متعلق	۴

Scanned with OKEN Scanner

۵۱	مواعظ فضائل	۱۴
۵۲	مواعظ نسوانیات کے متعلق	۹
۵۳	مواعظ متفرقات	۲۲
۵۴	مواعظ تفصیل اعتناء	۴۱
۵۵	تسہیل مواعظ کی تعداد	۶۰

کل میزان ۸۳۱

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں حیات اشرف از خواجہ عزیز الحسن مجذوب)

ماہنامے جو خانقاہ امدادیہ سے نکلتے تھے

نمبر شمار	نام رسالہ	کہاں سے شائع ہوتے تھے	زیر ادارت
۱	انور	خانقاہ امدادیہ	مولانا شبیر علی صاحب
۲	المبلغ	تھانہ بھون	ایضاً
۳	الالقاء	دریبہ کلاں دہلی	محمد عثمان خان صاحب
۴	الہادی	ایضاً	ایضاً
۵	الامداد	تھانہ بھون	امداد المطابع تھانہ بھون
۶	اشرف العلوم	سہارنپور	ظہور الحسن کسولوی
۷	الاشرف	لکھنؤ	مولوی محمد حسن صاحب

مختلف جگہوں سے چھپنے والے ان تمام رسائل میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ اور علوم عقلیہ و نقلیہ شائع ہوئے تھے

جدید اضافے

حال ہی میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے متعلق جو کتابیں شائع ہوئیں

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف

۱	حیات اشرف	جناب غلام محمد صاحب عثمانیہ
۲	جامع المجددین	مولانا عبدالباری ندوی
۳	تجدید تصوف وسلوک	ایضاً
۴	تجدید معاشرت	ایضاً
۵	تجدید تعلیم وتبلیغ	ایضاً
۶	حکیم الامت	مولانا عبدالماجد دریا آبادی

تعداد کتب

حیات اشرف میں لکھا ہے اس وقت تک حضرت تھانویؒ کی اپنی اوران کے متعلق شائع ہونے والی تمام کتابوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے۔

(نوٹ) ہم صرف ۸۳۱ کتابوں کی تفصیل بیان کر سکے۔

ایک انگریز کیوں حیران ہوا؟

ایک انگریز نے حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کو تفسیر لکھنے میں کتنے روپے ملے تو حضرت نے فرمایا کچھ نہیں۔اس پر اُس نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ پھراتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت کیوں کی۔آپ نے فرمایا کہ:

''ہم لوگ اس کے قائل ہیں کہ علاوہ اس زندگی کے ایک اور زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں ۔میں نے یہ محنت اس توقع پر کی ہے کہ انشاء اللہ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا اور ایک اس سے دنیا کا فائدہ بھی ہے۔وہ یہ کہ جب میں دیکھوں میرے مسلمان بھائی پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی'' اس پر وہ انگریز بہت متأثر ہوا اور حضرتؒ کے دینی جذبہ کی تعریف کی۔

حضرتؒ نے اپنی کتابوں پر کسی ادارہ سے رائلٹی لینی پسند نہ کی۔اگر مولانا اشرف علی تھانویؒ رائلٹی لیتے تو آج اکثر گھروں میں ان کی علمی یادگاریں نظر نہ آتیں۔

Scanned with OKEN Scanner

﴿نواں کارنامہ﴾

مخالفین کے ساتھ مثالی حسن سلوک

جن مسائل میں کسی کو ان سے تھا کچھ اختلاف
اچھی سی تعبیر ان کی وہ سدا کرتے رہے
عاصی

اپنے مخالفین کے ساتھ جو معاملہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کرتے تھے ان کا اندازہ اس عبارت سے ہوسکتا ہے

''میں اپنے مخالفین اور موذیوں (ایذا دینے والوں) کے جذبات کی بھی رعایت کرتا ہوں کہ ان کی نیک نیتی پر شبہ نہیں کرتا۔ اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں۔ فلاں مولوی صاحب کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ کافر، خبیث، ملعون سبھی کچھ بنتا رہتا ہوں۔ ابھی ابھی ایک عنایت فرما کا ایک خط آیا تھا۔ اس میں مجھ کو گدھا تک لکھا ہوا ہے۔ مگر میں ان مراقبات کو اپنا امام بناتا ہوں۔ اس نے اپنی زبان، قلم یا قلب کو ملوث کیا۔ میرا کیا بگڑا۔ رہا رنج، وہ کوئی بگاڑ نہیں۔ محض خیال کے تابع ہے۔ ممکن ہے اس شخص کی نیت اچھی ہو۔ مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر، اس لئے وہ معذور ہو۔ گو ہم بھی اس لئے معذور ہوں کہ ہم اپنے کو حق پر سمجھتے ہوں یا اپنی غلطی بھی نظر میں ہو۔ مگر اصلاح کا طریق ہماری رائے میں اس سے سہل اور اسلم ہو۔ اگر اس نے ہم کو ناحق بھی رنج دیا تو اپنی عاقبت خراب کی۔ ہم کو صبر کا ثواب ملا۔ نیز ایسے واقعات سے بھی بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر ہو کر اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم معتقدین کی عنایت سے کوئی عجب و کبر پیدا ہو گیا یا ہوسکتا تھا اس کا ازالہ یا انسداد ہو جاتا ہے۔ نیز خود بھی ایسے مخاطبات اپنے سے سرزد ہو جاتے ہیں اپنی ناگواری سے ان کی ناگواری سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسے مخاطبات سے اجتناب کی توفیق ہو جاتی ہے۔

(بحوالہ آثر حکیم الامت صفحہ نمبر ۱۰۰، ۱۰۱)

کسی کا رد نہیں لکھا

حیات اشرف میں لکھا ہے کہ ''حضرت کی تحریروں میں دوسرے فرقوں کا براہِ راست رد نہ ملے گا۔ جیسا کہ آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ

Scanned with OKEN Scanner

''میں نے قصداً کسی کا رد نہیں لکھا۔ نہ اہل تشیع، نہ قادیانی، نہ غیر مقلدین، نہ اہل بدعت کا۔ البتہ بس کسی نے کسی کے متعلق سوال کیا اس کا جواب لکھ دیا۔ اور مجھ کو یاد نہیں رہتا کہ کس کے متعلق کیا لکھا ہے۔'' (بحوالہ صفحہ ۹۷، ۹۸)

عائد کئے گئے الزامات سے برأت

۱: مولانا خلیل احمد صاحب کے ذمہ یہ عقیدہ لگایا گیا کہ وہ 'شیطان کے علم کو (معاذ اللہ) حضور ﷺ کے علم سے زیادہ جانتے ہیں''

۲: مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے ذمہ یہ بات لگائی گئی کہ وہ حضور پاک ﷺ کے علم کو (معاذ اللہ) جانوروں کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

۳: مولانا محمد قاسم صاحب پر ختم نبوت کے انکار کا الزام قائم کیا گیا۔

۴: مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر یہ الزام لگایا کہ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا''

(دیکھو الرشید صفحہ ۴۵۲، ۴۵۴، ۴۵۵۔)

ان بزرگوں نے درج ذیل الفاظ میں اپنی صفائی پیش کی۔

مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی

''(یہ) جو بندہ پر الزام لگایا (گیا) ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے۔ میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر اور ملعون کہتے ہیں جو کہ شیطان علیہ اللعن کو کیا بلکہ کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔''

مولانا تھانویؒ کی صفائی

۱: ''یہ خبیث مضمون میں نے کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا۔

۲: میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔

۳: جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے۔ میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے **افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات**

والعلمیہ ہونے کے باب میں یہ ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ (بحوالہ الرشید صفحہ ۴۵۴)

مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا

"خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں"

اپنا دین ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔ (مکتوبات مولانا محمد قاسم بحوالہ الرشید صفحہ ۴۵۴)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ذمہ یہ بات ٹھہرائی گئی کہ "انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں یہ عبارت ہے:

"مگر ما امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اس کے خلاف پر قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علماء امت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے۔ مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے۔ اگر چہ ہرگز اس کو جنت نہ دے گا اور یہی مسئلہ مجوث اس وقت میں ہے۔ بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں۔ اس کو اعداء نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا۔ اس قدرت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں"

فقط والسلام رشید احمد عفی عنہ

(دسواں کارنامہ)

جدید تہذیب تعذیب ہے

اس نئی تہذیب کو تعذیب ثابت کر دیا
اپنے دامن کو بچانے کی صدا دیتے رہے

(عاصی)

بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم تہذیب میں دوسری قوموں کے محتاج ہیں اور شریعت اسلام کو تہذیب سے معرا (خالی) سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک (یک چشم) کی نسبت مشہور ہے کہ وہ دہلی میں گیا۔ سیر کیلئے چاندنی چوک میں نکلا۔ اتفاق سے آپ کی گردن بھی نہ مڑسکتی تھی۔ اس لئے جاتے وقت صرف ایک طرف کی دکانیں نظر آئیں۔ دوسرے جانب کی نظر نہ

آئیں۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگا تو دوسرے جانب کی دکانیں نظر آئیں۔ ان کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں کہ دلی کے لوگ بھی کیا ستم کے لوگ ہیں ابھی یہ دو کانیں داہنی جانب تھیں۔ ابھی ہمارے لوٹنے سے پہلے ان کو بائیں جانب اٹھا کر رکھ دیا۔

تو ہمارے بھائیوں نے بھی شریعت کو صرف ایک طرف سے دیکھا اس لئے وہ خود کو محتاج سمجھتے ہیں۔ ورنہ شریعت اسلام میں وہ تہذیب ہے کہ دنیا میں کسی قوم کے اندر بھی اتنی تہذیب نہیں ہے۔ چند روز اگر ہمارے پاس رہو اور پھر دیکھو کہ شریعت جس کو آج خون خوار بتلایا جارہا وہ کیسی دل فریب ہے۔ جب اس کی حقیقت سے واقف ہو گے تو اس پر عاشق ہو جاؤ گے اور یہ کہو گے کہ

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ترجمہ: سر سے پیر تک جہاں نظر کر دل کھنچا چلا جاتا ہے۔ (دیکھو اشرف الجواب صفحہ ۳۳۹)

تقلیدِ یورپ پر دو حکایتیں

حکایت نمبر ۱: ایک جنٹلمین کی حکایت میں نے سنی ہے کہ وہ لندن سے تعلیم پا کر آئے تو ان کے ابا جان اسٹیشن پر استقبال کے لئے گئے۔ صاحب زادے جو ریل سے اُترے تو ابا جان سے ہاتھ ملا کر کہتے ہیں۔ ''ویل بڈھا (well Budha) تم اچھا ہے'' اس وقت ابا جان کو معلوم ہوا کہ میں نے اس نالائق کو لندن بھیج کر آدمی سے جانور بنا دیا ہے۔

حکایت نمبر ۲: یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ مسلمان آج کل جدید تہذیب سے اتنے مرعوب ہو گئے ہیں کہ اپنی آرام دہ تہذیب کو چھوڑ کر مغربی تہذیب میں اپنے آپ کو رنگ لیا ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہمسایہ ہندو اور سکھ جس قدر ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اسی قدر اپنے مذہب میں پختہ ہو جاتے ہیں۔ سکھ قوم کو ملاحظہ کیا جائے کہ اتنی مادی ترقی کے باوجود وہ اپنے بدن کا ایک بال بھی کاٹنے کے تیار نہیں ہیں اور سر سے پگڑی اُتارنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (آج بھی وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود منموہن سنگھ نے اپنی قومی شناخت کو مٹنے نہیں دیا اور سر سے پگڑی نہ اتاری اور چہرے سے ایک بال کو بھی نہیں کاٹا) اسی نوع کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا اشرف علی صاحب لکھتے ہیں کہ

''افسوس یہ ہے کہ تقلیدِ یورپ کا لوگوں کو ایسا ہیضہ ہوا ہے کہ اسباب راحت بھی ان کی تقلید میں ترک کر دیتے ہیں اور اسباب زینت بھی۔ چنانچہ مردوں کے لئے داڑھی اور عورتوں کے لئے زلفیں

Scanned with OKEN Scanner

اسباب زینت میں سے ہیں مگر محض تقلید کی بنا پر لوگ اس زینت کے دشمن ہو رہے ہیں اور اسباب راحت کے ترک کرنے کی یہ صورت ہے کہ جنٹلمین سردی کے سفر میں رزائی بسترہ ساتھ لینے سے عار (شرمندگی) کرتے ہیں اور گرمی کے موسم میں پانی کا برتن ساتھ نہیں لیتے۔ ہمیشہ بیک بنی و دو گوش (یعنی بالکل ہلکا بن کر) سفر کرتے ہیں۔ دیکھو التبلیغ صفحہ ۲۲۲،۲۲۳)

''میں نے ایک ہندو کلکٹر (Collector) کی حکایت سنی ہے کہ وہ روزانہ صبح کو پگڑی باندھ کر اور ماتھے پر تلک لگا کر عدالت میں آتا تھا اور اسی ہیئت سے اجلاس کرتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان کلکٹر ہوتا تو ہیٹ، پتلون، بوٹ سوٹ پہن کر اجلاس کرتا اور اپنے نام کو بھی انگریزوں کے قاعدے سے تعلیل یعنی حروف تبدیل کر کے بدل ڈالتا۔ چنانچہ ایک مسلمان کا نام علی حسن تھا جب وہ کسی بڑے عہدے پر پہنچے تو اپنا نام ہسلے کر دیا تھا۔ جو حسن علی کی انگریزی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۱۸،۲۱۹، التبلیغ ۱۴)

مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ

''اللہ کے بندو! اگر تم کلکٹر بن کر نماز پڑھو، روزہ رکھو، داڑھی بڑھاؤ اور ہندوستانی لباس پہنو تو کیا تمہارا عہدا گھٹ جائے گا ہرگز نہیں۔ بلکہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی عزت حکام کی نگاہ میں کوٹ پتلون والوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ خواجہ عزیز الحسن صاحب (حضرت تھانویؒ صاحب کا ایک مرید) کو ایک جرمنی حاکم نے ہندوستانی وضع میں دیکھ کر ایک جنٹلمین (Gentleman) مسلمان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں۔ کہا یہ ڈپٹی کلکٹر ہیں تو جرمنی نے کہ یہ شخص بہت شریف معلوم ہوتا۔ کہ اتنے بڑے عہدہ پر پہنچ کر بھی اپنی وضع پر قائم ہے۔ وہ جنٹلمین مسلمان کہتے تھے کہ اس کی اس بات سے میرے اوپر گھڑوں پانی پڑ گیا (یعنی بہت شرمندہ ہوا) کہ جب اس کے نزدیک خواجہ صاحب شریف ہیں تو میں رزیل ہوں گا۔ کیونکہ یہ سر سے پیر تک انگریزی وضع میں جکڑے ہوئے تھے۔ [اگر مسلمان عہدہ دار شیروانی اور ترکی ٹوپی ہی پہن لیں تو تو خیر اس کا مضائقہ نہیں گو ہم کو یہ بھی پسند نہیں کہ اوپر شیروانی اور نیچے گرگابی، سر سے پیر تک شیر اور گرگ (بھیڑیا) بن جائیں (آدمی سے درندہ ہو جائیں۔ مگر ہیٹ، پتلون سے پھر (بھی) یہ وضع غنیمت ہے۔ کیونکہ اس میں تشبہ با کفار نہیں ہے (Resemblence with infidel) نہیں ہے۔ کچھ آگے چل کر مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:

Scanned with OKEN Scanner

ایک جنٹلمین کا قصہ

ایک اوچھے صاحب (کمینہ) تھے جنٹلمین گھر کے غریب تھے۔اس لئے کوٹ پتلون بھی صرف سوتی کپڑوں کا تھا۔جس میں ذرا گرمی نہ تھی۔جاڑے کا موسم، ریل میں سفر کر رہے تھے، سر بھی کھلا ہوا۔ایک انگریز نے لیمن پانی (lemon water) اور برف پیا۔آپ (ٹھاٹ باٹ والے) نے بھی تقلید (دیکھا دیکھی) میں برف پیا۔بس اینٹھ (غرور کرنا) گئے۔ایک اور صاحب جو مجھ سے اس حکایت کو بیان کرتے تھے اس درجہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے پاس رضائی تھی۔ان کو صاحب بہادر کے حال پر رحم آیا اور انہوں نے کہا رضائی لیتے ہو کچھ انکار نہ کیا۔چپکے سے لے لی سب اینٹھ مڑور (غرور) نکل گئی۔(دیکھو حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات صفحہ ۵۴)

ایک ایسا ہی قصہ:ایک اور صاحب بہادر (ٹھاٹ باٹ کرنے والا) ریل میں سفر کر رہے تھے اور ایک مولوی پرانے خیال کے سیدھے سادے چلن کے بھی اسی درجہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ صراحی (پانی رکھنے کا لمبی گردن کا برتن) تھی اس میں انہوں نے پانی بھر کر رکھ لیا تھا، کیونکہ راستہ میں پانی کی کمی تھی۔آپ صراحی کو دیکھ کر کہتے ہیں، کہ کیا بھنگیوں (خاکروبوں) کا سا برتن لیا ہے، انہوں کہا کہ جیسا میں ہوں ویسا ہی میرا برتن ہے، چونکہ بیچارے سادے کپڑے پہن رہے تھے اور ایسے لوگوں کی آج کل کچھ قدر نہیں۔بلکہ ایسے لوگوں کو یہ دقیانوسی خیال کرتے ہیں، اس لئے انھوں نے ایسی بے باکی سے گفتگو کی۔صاحب بہادر کو اتفاق سے پیاس لگی اور پانی ساتھ رکھنا خلاف تہذیب تھا۔اب لگے کن انکھیوں سے (آنکھ چُرا کر) مولوی صاحب کی صراحی کو تکنے۔مگر شرم کے مارے مانگے کیسے واقعی کریم النفسی (سخاوت، فیاضی) اہل اللہ پر ختم ہے۔مولوی صاحب کو ان کی حالت پر رحم آیا۔کوئی اور ہوتا تو کبھی رحم نہ کرتا۔انھوں نے قرائن سے معلوم کرلیا کہ اس کو پیاس لگی ہے۔مگر شرم کی وجہ سے کہہ نہیں سکتے۔تو یہ مولوی صاحب بہ تکلف آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے اور تھوڑی ہی سی دیر میں مصنوعی خراٹے بھرنے لگے تاکہ یہ صاحب سمجھیں کہ سو رہے ہیں۔جب اپنے خیال میں انھوں نے سوتا ہوا سمجھ لیا تو اپنی جگہ سے اُٹھے صراحی سے پانی پینے کی غرض سے، یہ بھی چپکے چپکے دیکھتے رہے۔صاحب بہادر نے صراحی اُٹھائی۔مگر ڈرتے جاتے ہیں کہیں جاگ نہ جائیں۔مگر اس وقت انہوں نے کچھ نہیں کہا، اس خیال سے کہ بے چارے غریب کو پانی پی لینے دو۔پیاسا نہ رہ جائے۔دیکھئے کیا حوصلہ ہے اہل اللہ کا۔غرض آپ نے خوب پانی پیا۔جب پانی پی کر صراحی رکھنے لگے تو مولوی صاحب نے فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور کہا، کہ ہائیں آپ نے بھنگیوں کے برتن سے پانی کیسے پی لیا۔اب تو بڑے خفیف ہوئے۔اور کہا معاف کیجئے میں اپنی بات کو واپس لیتا ہوں۔واقعی مجھ سے حماقت ہوئی۔پھر جو صاحب بہادر کو معلوم ہوا کہ مولوی کسی سکول کے پروفیسر بھی ہیں تو لگے تعظیم کرنے۔(دیکھو حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات صفحہ نمبر ۵۵،۵۶)۔

Scanned with OKEN Scanner

اسی طرح اشرف الجواب صفحہ ۵۷۹ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

''ہمارے ترقی یافتہ بھائی آزادی کا بہت دم بھرتے ہیں اور شریعت کو قید بتلاتے ہیں ۔ہم تو اس کا برعکس دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ مقید ہیں اور ہم آزاد ہیں ۔ایک صاحب کانپور میں کوٹ، پتلون، بوٹ، سوٹ سے کسے کسائے پاس آئے ۔وہ بیٹھنا چاہتے تھے ۔کرسی پر وہ سہولت سے بیٹھ جاتے ۔لیکن ہم غریبوں کے پاس کرسی کہاں ۔ہمارے لئے تو چٹائی پر بیٹھنا فخر ہے ۔وہ کھڑے ہیں ۔لیکن کھڑے کھڑے بات کیسے کریں ۔ہاتھ میں ایک چھڑی تھی ۔چھڑی پر سہارا دے کر اور تاک لگا کر بھد سے گر پڑے ۔مجھے بڑی ہنسی آئی ۔بتلایئے کہ تہذیب ہے یا تعذیب ۔یہ آزادی ہے یا قید ۔بیٹھنا تو مصیبت تھا ہی اُٹھنا اور بھی زیادہ مصیبت ہوا ۔اور اگر چلتے چلتے گر پڑیں تو بس وہاں ہی پڑے رہتے ہونگے ۔ارے لیجئے اگر جنگل میں کھانے کا وقت آجاوے تو ہم دانے بھی چبا سکتے ہیں ۔اوران کے لئے میز کرسی ہو، کانٹا ہو، چھری ہو ۔جب یہ کھانا تناول فرمائیں ۔کپڑوں میں ہماری یہ حالت ہے ۔کہ پاجامہ نہ ہو لنگی باندلیں گے ۔اچکن نہ ہو کرتہ کافی ہے ۔عمامہ نہ ہو تو ٹوپی ہی سہی، پھر ٹوپی بھی خواہ کسی کپڑے کی ہو ۔پھر یہ بھی قید نہیں کہ پاجامہ کشمیر کا ہو ۔لٹھے کا ہو، گاڑے کا ہو ۔گزی کا ہو، کسی شئے کا ہو ۔نہ ہو لنگی بھی کفایت کرتی ہے ۔ان کو یہ مصیبت ہے کہ پتلون کسی خاص کپڑے کا ہو ۔کوٹ بھی اس کے مناسب ہو ۔قمیص بھی اس کے مناسب ہو ۔ورنہ فیشن کے خلاف ہے ۔کیوں صاحبو! یہ آزادی تو بڑی قید ہے ۔میں ان کی آزادی کی حقیقت عرض کرتا ہوں کہ یہ لوگ صرف خدا اور رسول سے آزاد ہیں ۔باقی نہ کھانے میں آزاد ہیں نہ پہننے میں آزاد ۔ہر بات میں قید ہیں ۔اگر آزاد ہیں تو خدا اور رسول ﷺ سے آزاد ہیں ۔تو خاک پڑے ایسی آزادی پر اور بھاڑ میں جائے ایسی مطلق العنانی اور مبارک رہے ہم کو یہ قید ۔اگر ہم مقید ہیں تو ہماری قید کی تو یہ حالت ہے ۔

اسیرش نخواہد رہائی زبند　　　شکارش نہ خواہد خلاص از کمند

(ترجمہ) اس کا ایسا قیدی جو زنجیر سے رہائی حاصل کرنا نہیں چاہتا اور اس کا ایسا شکار کیا ہوا جو کمند سے آزاد ہونا نہیں چاہتا ۔علامہ اقبالؒ جس نے خود بھی اس تہذیب کا مزہ چکھا ہے فرماتے ہیں۔

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
جو ظاہر میں تو آزادی ہے باطن کی گرفتاری
تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان زناری

(ختم شد)

Scanned with OKEN Scanner

ادبِ اسلامی

(نظم در مدحِ حکیم الامتؒ)

چھوڑ کر راحت بدن کا اور حرصِ مال وزر
رات دن امت کے غم میں وہ سدا گلتے رہے

طالبوں کے واسطے قرآن کا اک ترجمہ
جاگ کے راتوں کو تنہا مدتوں کرتے رہے

عورتوں کے واسطے جنت کے زیور خوشنما
کون سے ہیں وہ سدا ان کو یہ سمجھاتے رہے

جاہلوں نے جب تصوف میں تصرف کردیا
اس تصرف کو ہٹانے کے لئے لڑتے رہے

جس سیاست سے خلافت کی بنا ہو استوار
اس سیاست کی حقیقت کا سبق دیتے رہے

دین کی دعوت جہاں میں عام کرنے کے لئے
کام کے عاشق ہمیشہ ڈھونڈ کر لاتے رہے

نفس کے بندوں نے جو تحریف کی تھی دین میں
وہ ملاوٹ دور کر کے صاف و پاک کرتے رہے

انتہائی حلم سے اور دین حق کے علم سے
اقتدائے رفتگاں کو خوب سمجھاتے رہے

دین کا ہر ایک شعبہ ظاہری ہو باطنی
خون سے اس عاشق صادق سے وہ پھلتے رہے

جن مسائل میں کسی کو ان سے تھا کچھ اختلاف
اچھی سی تعبیر ان کی وہ سدا کرتے رہے

اس نئی تہذیب کو تعذیب ثابت کردیا
اپنے دامن کو بچانے کی صدا دیتے رہے

(از عاصی غلام نبی وانی فتح گڈھی)

Scanned with OKEN Scanner

اقبالؒ

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب
صورت شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اقبالؒ

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا
تیری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں
اسی کی فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اس کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

اکبرالہ آبادیؒ

مشرقی تو سر دشمن کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں
ناز کیا اس پہ جو بدلا ہے زمانے نے تمہیں
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں
جیسا موسم ہو مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں
مارچ میں بلبل ہوں جولائی میں پروانہ ہوں

Scanned with OKEN Scanner

(تذکرۃ الصالحین)

شاعرِ عرفانیات - عزیز الحسن مجذوبؒ

(ڈاکٹر فیض احمد فیاض)

عالم رنگ و بو میں ہزاروں آدمی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں شاعری ودیعت کی گئی ہے اگر چہ اکثر نے اس ملکہ کو مقتضائے فطرت کے خلاف استعمال کر کے سفلی جذبات کو بھڑکانے کی فحش اور بیہودہ کوشش کی ہے لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے خالق کائنات کے اس بخشے ہوئے انمول تحفے کا صحیح استعمال کر کے بندگان خدا کو روحانی غذا دے کر انہیں اپنے خالق و مالک کے بہت قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنے کلام کا ہدف ذکر اللہ، اعلائے کلمۃ اللہ اور احترام انسانیت متعین کیا، ہر کلام حق کی حمایت میں کہا اور سفلی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے بجائے صالح ذکر و فکر پیدا کر کے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ عربی زبان میں حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، فارسی میں جلال الدین رومیؒ، شیخ سعدیؒ اور اردو میں حالیؔ، حفیظ جالندھریؒ، اقبالؒ اور مجذوبؒ وغیرہ ان شعراء میں چند خاص نام ہیں۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ۱۲ جون ۱۸۸۴ء بمطابق ۱۶ شعبان ۱۳۰۱ھ بروز بدھوار پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام خواجہ عزیز اللہ تھا جو پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ خواجہ صاحب نے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا گھر کے دینی ماحول اور والد محترم کی تربیت سے یونیورسٹی میں بھی اسلامی وضع قطع کے پورے پابند رہے یونیورسٹی کے اساتذہ ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ جس عہدہ پر بھی پہنچے گا اس عہدہ کے معیار کو بلند کر دے گا۔ اسی زمانہ میں مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تعلق پیدا کیا اور پھر یہ تعلق عمر بھر رہا۔ اسی زمانے سے شعر بھی فرمانے لگے۔ پہلے حسنؔ تخلص کیا اور بعد میں مجذوبؔ۔ ابتداءً ڈپٹی کلیکٹری کے عہدے پر مامور ہوئے اور سات برس تک اپنی خدمات انجام دیں اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر تعلیم کے عہدے پر تبادلہ کرا لیا حکومت نے آپ کی بلند شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے ''خان صاحب'' کا خطاب عطا کیا اور پھر ''خان بہادر'' کا۔ انسپکٹری سے پنشن ہونے کے بعد اکثر وقت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں گذارا۔ تھانوی صاحبؒ سے ان کی عقیدت کس درجہ کی تھی اس کا اندازہ ان ہی کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ:

''الحمد للہ سب سے بڑا اشرف جو احقر کو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ حضرت اشرف المخلوقات علیہ و التحیات جیسے اشرف الرسل کی امت مسلمہ میں ہوں اور حضرت اشرف الزمن جیسے اشرف المشائخ کے ارادت مندوں سے ہوں''

شعری پیرایہ میں بھی جگہ جگہ تھانوی صاحبؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار والہانہ طور پر کرتے ہیں مثلاً یہ چند شعر۔

ہے احد معبود اپنا اور نبی خیر الوریٰ شیخ بھی ہے قطب دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

میں نظر کردہ ہوں اُس پیرمغاں کا صوفیو جس کے دل کی سرزمین ذرہ ذرہ طور ہے

آخر کار گلستان عالم میں ایک مدت تک نغمہ سُرائی کرنے کے بعد ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو یہ بلبل چمنستان اشرف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ الھم مغفرلھم ور حمھم۔

مجذوبؒ کی شکل وصورت یعنی قد دراز چہرے پہ سفید مگر گھنی داڑھی، سر پر پنج کلیا سفید ٹوپی، جاذب نظر شرعی کرتہ پائجامہ سے ہر ایک کو لگتا تھا کہ یا تو یہ کسی دارالعلوم کا مولوی ہے یا کسی مسجد کا امام وخطیب لیکن اس وضع قطع کے اندر ایک ایسا شاعر بھی ہوگا جن پر حضورﷺ کے یہ دو ارشاد ''خیر الکلام ما قل و دل ' 'اور''ان من الشعر الحکمۃ'' صادق آتے ہیں بہت کم جانتے تھے۔

عزیز الحسن مجذوبؒ کے عارفانہ کلام کا دیوان ''بنام کشکول مجذوب'' پہلی دفعہ ۱۹۵۰ء میں جب شائع ہوا تو اس کا اس قدر چرچہ ہوا کہ کئی دوسرے شعراء نے قطعہ تاریخ تدوینِ کشکول مجذوب لکھا۔ مولانا سعد اللہ صاحب کا یہ قطعہ تو بہت ہی مشہور ہوا۔

یہ دیوان خواجہ عزیز الحسن کا مدون ہوا اور چھپا بھی بہت خوب

یہ نکلی ہے چھپنے کی تاریخ ہجری ہوا طبع کیا عمدہ کشکولِ مجذوب

ایک دفعہ خواجہ صاحب نے شعری ذوق رکھنے والے اپنے ایک ارادت مند مولانا نجم الحسن تھانوی سے فرمایا کہ جب میرا دیوان مرتب ہوجائے تو اس کا نام اس طرح رکھا جائے کہ پہلی سطر میں ''کلام مجذوب'' لکھا جائے پھر اس کے نیچے ''مقلب بہ'' خفی قلم سے لکھا جائے اور جلی قلم سے ''پیام محبت'' اور سب سے اوپر یہ شعر لکھا جائے۔

کلام مجذوب والہانہ ہمیشہ دہرائے گا زمانہ

کسی حسین کا نہیں فسانہ، یہ ایک عاشق کی داستان ہے

اور نیچے یہ شعر لکھا جائے۔

جو مجذوب کا ہے کلام محبت وہ دنیا کو ہے اک پیام محبت

دیوان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سچ ثابت ہوجاتی ہے کہ پورا کلام ''کلام محبت'' کے سوا کچھ بھی نہیں۔ صاحب قال لوگوں کے لئے شاید اس میں کوئی شراب الست نہیں لیکن صاحبِ حال اور معارف وواردات کے جوئندگان وطالبان کے لئے یہ عرفان کا بیش بہا سرمایہ ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

خواجہ صاحب نے اردو کی مشہور اصناف شعر یعنی غزل، حمد، نعت، نظم وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر ایک صنف سخن میں عرفانیات کا دریا بہایا ہے۔ان کے کلام میں سوز و گداز بھی ہے اور جذب و شوق بھی، محبت الٰہی کی بھی داستان ہے اور محبت شیخ میں دیوانہ ہونے کا بیان بھی۔ان کی شاعری کا ایک ایک شعر حقائق و بصائر سے اس درجہ پُر ہے کہ شاعری نہیں بلکہ الہام معلوم ہوتی ہے ؎

یہ حقائق، یہ معانی، یہ روانی یہ اثر　　　شاعری تیری ہے اے مجذوب یا الہام ہے

خواجہ صاحب حلقۂ شعراء میں اس قدر مشہور تھے کہ ہر ایک ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔آل انڈیا اردو مشاعرے ان کے بغیر ادھورے سمجھے جاتے ایک دفعہ دہلی میں آل انڈیا مشاعرے کا انعقاد کیا گیا۔اس مشاعرے میں ملک کے بلند پایہ شاعر ہی مدعو کئے گئے۔خواجہ مجذوب کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا لیکن انہوں نے عذر لکھ بھیجا کہ اب ان کی طبیعت شعر و شاعری میں نہیں لگتی ناظم مشاعرہ نے پھر خط لکھا کہ آپ کا آنا بہت ضروری ہے اور آپ کی شرکت کے بغیر مشاعرہ نامکمل رہ جائے گا۔خواجہ صاحب نے جواب میں یہ قطعہ لکھ بھیجا۔

چھوڑ مینا و جام کی باتیں　　　اب ہوں پیری میں کام کی باتیں
دن کی باتوں کا اب یہ وقت نہیں　　　شام ہے اب ہوں شام کی باتیں

ناظم مشاعرہ خود بھی شاعر تھے انہوں نے جواب میں پھر اصرار کا ایک لمبا خط لکھا اسی زمین میں ایک نظم تحریر کی جس کے چند اشعار یوں ہیں ؎

کیوں ہوں مینا و جام کی باتیں　　　کیجئے آ کے کام کی باتیں
آیئے لوگ سننا چاہتے ہیں　　　ایک شیریں کلام کی باتیں
آپ بزم عوام میں آ کر　　　کیجئے اپنے مقام کی باتیں

خواجہ صاحب جب مشاعروں میں اپنا کلام پڑھنے کے لئے اسٹیج پر جلوہ افروز ہو جاتے اور اپنا کلام سنانا شروع کرتے تو لوگ کھڑے ہو ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خواجہ صاحب انہیں اطمینان کے ساتھ بیٹھنے کی مودبانہ گذارش کرتے۔

غزل پڑھنے کو وہ مجذوب بے تابانہ آتا ہے
سنبھل بیٹھو سنبھل بیٹھو کہ اب دیوانہ آتا ہے

پھر غزل کے مطلع سے ہی مکرر مکرر، واہ واہ، کیا خوب کہا ہے کی آوازیں فضا میں گونجنے لگتی۔یہاں تک کہ پچاسوں اشعار سنا کر بھی سامعین ''اور کچھ سناؤ اور کچھ سناؤ'' کی آوازیں لگاتے۔

Scanned with OKEN Scanner

ایک دفعہ سالانہ آل انڈیا مشاعرے میں ہی جب ان کو تقریباً رات کے دو بجے دعوت کلام دے دی گئی تو سامعین ان کے ظاہر کر دیکھ کر ہنس دیے۔ سفید داڑھی شرعی کرتہ پاپائجامہ اور اس پہ سفید براق سا اچکن۔ کسی نے آواز دی "یہ مسجد نہیں ہے" کسی دوسرے ظریف الطبع نے نشستوں کے پچھلی طرف اذان دینا شروع کر دی۔ ایک مسخرے نے ہانک لگائی "نماز کا وقت ہو گیا ہے"۔ "خواجہ صاحب نے ان سب باتوں کو نظر انداز کیا اور اپنے مسحور کن آواز میں ایک غزل کا مطلع پیش کیا تو ایک دم سناٹا چھا گیا پہلے ہی شعر پر مکرر مکرر کی صدائیں گونجنے لگی۔ پھر ایک ایک شعر کو دس دس دفعہ پڑھایا گیا جب غزل ختم ہوئی تو "ایک اور غزل" کی صدائیں ہر طرف سے گونجنے لگی یہاں تک کہ خواجہ صاحب اذان فجر تک غزلیں سناتے رہے

جذبؔ میں جب غزل پڑھی مقطع سے وہ گئی تھی بزم کی بزم چیخ اٹھی رُک نہ ابھی سنا جا

(جاری)

☆☆☆

طاقتور انسان

"The powerful man creates environment ;the feeble have to adjust themselves to it "

(ترجمہ)

طاقتور انسان ماحول کی تخلیق کرتا ہے اور ناتوان خود کو اس ماحول میں ڈھالتا ہے

(علامہ اقبالؒ)

Scanned with OKEN Scanner

گذشتہ سے پیوستہ

﴿شرعی اور فقہی اصطلاحات کی وضاحت سوال و جواب کی روشنی میں﴾

[illegible]

سوال نمبر ۱:۔ کیا وہ مسائل جو اخبار احاد (خبر واحد سے) ثابت ہیں کیا ان میں مختلف اسلامی فرقوں کا کچھ اختلاف ہے؟

جواب:ایسے مسائل میں مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ الگ الگ ناموں سے نام رکھے گئے۔

سوال نمبر ۲:۔ کیا ایسے بھی کچھ مسائل ہیں جنہیں علماء نے قرآن وحدیث سے بطور استنباط ثابت کیا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! ایسے بھی بہت سارے مسائل ہیں جنہیں علماء نے بطور استنباط ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ ''بطور استنباط'' ثابت کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ایک بات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری بات نکالنا۔اس طرح جونئی بات حاصل ہوگی تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگرچہ یہ بات ظاہری طور پر قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی اسی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کی گنجائش ہے۔اور یہ بات قرآن وحدیث سے مستنبط (derived) ہے

سوال نمبر ۴:۔ اب جو مسائل خبر واحد یا قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں کیا ہر فرقے نے ان کو اپنے عقائد کی کتابوں میں درج کیا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! ہر فرقے نے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق اپنے عقائد کی کتابوں میں ایسے مسائل درج کئے ہیں۔

سوال نمبر ۵:۔ کیا یسے مسائل کے چند نام گنائے جا سکتے ہیں جنہیں ہر ایک فرقے نے باہمی فرق کرنے کے لئے عقائد کی کتابوں میں درج کیا ہے۔

جواب:۔ جی ہاں! مثلاً قدم قرآن،مسئلہ فضیلت انبیاء بر ملائکہ،مسئلہ فضیلت صحابہؓ کے بر دیگرے (۴) مسئلہ الاعمال الصالحۃ جزءالایمان (۵) مسئلہ ایمان والاسلام واحد (۶) مسئلہ کرامات الاولیا ءحق (۷) مسئلہ ایصال ثواب (۸) مسئلہ امامت (۹) مسئلہ جبر وقدر وغیرہ۔

سوال نمبر ۶:۔ قدم قرآن سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ امام احمد بن حنبلؒ کے زمانے میں یہ مسئلہ پیش آیا کہ آیا قرآن قدیم ہے یا حادث۔ قدیم کا مطلب پُرانا ہے۔ اور پُرانا بھی وہ جو ہمیشہ سے ہو اور حادث نئی چیز کو کہتے ہیں جو پہلے نہ ہو۔

سوال نمبر ۷:۔ یہ مسئلہ کب اور کیوں پیش آیا؟

جواب:۔ اسلام کے وجود میں آنے کے ایک سو سال بعد مصر، فلسطین اور شام کے عیسائیوں نے تمام حالات کا جائزہ لے کر اپنے غلط عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے عقیدے میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے اپنی فلسفیانہ کتابوں کا ترجمہ کر کے ان کو عالم اسلام میں پھیلایا ان لوگوں کی اس کوشش کے نتیجے میں مسلمانوں کے چند فرقوں کے خیالات میں بگاڑ پیدا ہوا

سوال نمبر ۸:۔ ان چند فرقوں کے نام کیا ہیں؟

جواب:۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) جہمیہ (۲) قدریہ (۳) معتزلہ۔

سوال نمبر ۹:۔ عیسائیوں نے بگاڑ والی کون سی بات کہی جس کا بُرا اثر ان پر پڑا؟

جواب:۔ عیسائیوں نے یہ کہا کہ عیسیٰ کلمہ کن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں چونکہ کلمہ غیر مخلوق ہے۔ لہٰذا غیر مخلوق سے جو چیز وجود میں آئے گی وہ بھی غیر مخلوق ہے۔

سوال نمبر ۱۰:۔ کلمہ ''کُنْ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ عربی زبان میں ''کُنْ'' حکم کا لفظ ہے یعنی ''ہو جا'' یا ''ہو'' اور کلمہ کن اللہ کا وہ خاص حکم ہے جس کے ذریعے سے اللہ جب چاہے اور جو کچھ چاہے پیدا کر سکتا ہے یا بنا سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے کائنات کے پیدا کرنے کے وقت اسی لفظ کن سے ہر چیز کو وجود بخشا۔ یہ خاص قدرت اللہ کے بغیر کسی کو حاصل نہیں۔

(God said let there be and it came anto being ;This order showed immediate result)

سوال نمبر ۱۱:۔ مخلوق اور غیر مخلوق سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ مخلوق پیدا کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور غیر مخلوق اللہ کی ذات ہے۔ اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود سے قائم ہے۔ جس کو ہم (Self -existant) یعنی قائم بالذات یا واجب الوجود کہہ سکتے ہیں اور مخلوق کو حادث (Created) یعنی پیدا کی گئی شئے (چیز) کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲:۔ عیسائیوں کو یہ مسئلہ کھڑا کرنے میں کیا مقصد تھا؟

جواب:۔ عیسائیوں کو یہ مسئلہ کھڑا کرنے میں یہ مقصد تھا کہ جس طرح اللہ مخلوق نہیں ہے اللہ کا کلمہ بھی مخلوق نہیں

Scanned with OKEN Scanner

ہے لہٰذا عیسیٰ بھی خدائی کا ایک حصہ ہے اور یہ انگریزوں کا ایک مشہور عقیدہ ہے جس کو عقیدہ تثلیث بھی کہتے ہیں۔ خدائی کو تین حصوں میں تقسیم کرنا۔ باپ، بیٹا اور روح القدس (Holy Spirit) ۔ وہ روح جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی مراد حضرت جبرئیل۔

سوال نمبر ۱۳۔ معتزلہ کو جب عیسائیوں کے ساتھ بحث ہوئی تو کیا نتیجہ نکلا؟

جواب۔ معتزلہ نے پسپائی اختیار کی اور کہا کہ کلمہ مخلوق ہے۔ مخلوق کے ذریعے جو چیز وجود میں آئے گی وہ بھی مخلوق ہے۔ چونکہ عیسیٰ کلمہ (مخلوق) کے ذریعے پیدا ہوئے لہٰذا وہ مخلوق ہیں مخلوق نہ خدا کا حصہ بن سکتی ہے اور نہ ہی تین خدا اس میں ایک خدا اس کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۴۔ کیا ان کا یہ جواب صحیح تھا؟

جواب۔ نہیں ان کا یہ جواب کتاب و سنت کی تعلیمات کے خلاف تھا۔ کیوں کہ اگر قرآن کو مخلوق مانا جائے تو مخلوق پر موت طاری ہونا ضروری ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کے متعلق فرماتا ہے کہ کل من علیہا فان (ترجمہ)۔ جتنے روئے زمین پر (ذی روح) موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے۔) اور کسی چیز کے مخلوق ماننے کے بعد اس میں کانٹ چھانٹ کرنے کا دروازہ بھی کھل سکتا تھا۔

سوال نمبر ۱۵۔ اہل سنت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟

جواب۔ اہل سنت کا موقف اس بارے میں یہ ہے کہ قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی صفت ہے جیسے اللہ کے بے شمار صفات ہیں اور اسکی صفات پر کبھی موت نہیں آ سکتی۔

سوال نمبر ۱۶۔ اس زمانے میں کون لوگ حکومت کر رہے تھے؟ اور ان کا عقیدہ کیا تھا؟

جواب۔ اس زمانے میں عباسی خلفاء کی حکومت تھی اور ان کے سرکار و دربار میں فرقہ معتزلہ حضرات کا خاصا اثر و رسوخ تھا اور انہوں نے ان حکمرانوں کو اپنی بداعتقادی میں شریک اور ہم نوا بنایا تھا۔ ہارون رشید کا دوسرا بیٹا مامون رشید خاص طور سے اس فرقہ کے عقائد کا علمدار بن گیا اور پوری اسلامی سلطنت کے ماتحت حاکموں کے نام اس مضمون کا حکمنامہ جاری کیا کہ تمام علماء پر واضح کر دو کہ (نعوذ باللہ) قرآن اللہ کی مخلوق ہے۔ جو اس عقیدہ کو نہ مانے اس پر جبر و تشدد کرو۔ عباسی خلیفہ کی اس جارحیت سے عالم اسلام کے مرکزی مقامات کے علماء پر سناٹا طاری ہو گیا۔ کوفہ، بصرہ، دمشق، حلب، حمص، انطاکیہ، بیت المقدس، فسطاط، صنعا، حضر موت، مدینہ منورہ مکہ مکرمہ، ہر جگہ خاموشی طاری ہو گئی۔ البتہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالعزیز کنانی نے بڑی بہادری سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور خلق قرآن کی تردید کی۔

سوال نمبر ۱۷۔ خلافت کے مرکز یعنی بغداد کے علماء کا کیا رویہ رہا؟

Scanned with OKEN Scanner

جواب:۔ بغداد عباسی خلفاء کا مرکز تھا۔ وہاں تختی سب سے زیادہ تھی۔ وہاں کے چار عالموں نے اس غلط عقیدے کی تردید کی۔

سوال نمبر ۱۸:۔ تردید کرنے والے ان علماء کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟

جواب:۔ ان کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند رکھا گیا۔ ایک عالم نے معافی مانگی، دوسرا پہلی رات میں ہی فوت ہو گیا۔ تیسرے نے ادھر اُدھر کی بے ڈھنگی باتیں کہنی شروع کیں حکومت نے اس کو دیوانہ سمجھ کر رہا کر دیا۔ البتہ صرف ایک عالم (امام احمدؒ) اپنے موقف پر ڈٹ کر قائم رہا۔ جن کو تین خلیفاؤں نے یکے بعد دیگرے زبردست تکلیفیں دیں اور جبر و تشدد کی انتہا کر دی۔ خلیفہ مامون رشید اس وقت ''رے'' شہر میں تھا۔ جلادوں نے امام صاحب کے بدن کے اعضا توڑ ڈالے۔ پورا جسم لہولہان کر دیا۔ حالانکہ امام صاحب روزہ دار بھی تھے۔ اور اسی حالت میں خون سے لت پت کپڑوں میں بغداد کی جامع مسجد میں نماز ظہر پڑھی۔

سوال نمبر ۱۹:۔ ایسے حالات میں سرکاری مولویوں کا رویہ کیا رہا؟

جواب:۔ سرکاری مولوی امام صاحب کو ایسی نازک حالت میں دیکھ کر چوری چھپی نظروں سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ خون آلود کپڑوں میں نماز پڑھ رہا ہے جبکہ ایسے کپڑوں میں نماز جائز نہیں۔

سوال نمبر ۲۰:۔ سرکاری مولویوں کا یہ کہنا کس حد تک صحیح تھا؟

جواب:۔ ایسی حالت میں امام صاحب معذور تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی کتاب تذکرہ میں لکھا ہے کہ راہ حق میں بہنے والا یہ خون اگر ناپاک ہے تو پھر مقدس خون کسے کہتے ہیں؟ اسی طرح مولانا رومیؒ راہ حق کے شہیدوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ

خون شہیداں راز آب اولیٰ تراست

ترجمہ:۔ شہیدوں کے دھونے کے لئے ان کا خون پانی سے زیادہ بہتر ہے۔

سوال نمبر ۲۱:۔ آزمائش کی اس گھڑی کا کیا اور کوئی دلخراش واقعہ کتابوں میں آیا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! امام صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ جلاد مجھے پیٹ رہے تھے میرے پاجامہ میں ازار بند ٹوٹ گیا۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ سے دعا کی۔ اے الہ العالمین۔ قران اور حدیث کی سربلندی کے لئے مجھ پر یہ تشدد کافی ہے۔ لیکن ان ظالموں کے سامنے ننگا ہونے کی رسوائی سے مجھے بچا لے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میرا ازار بند خود بہ خود جڑ گیا۔ تذکرہ اولیاء میں لکھا ہے کہ دو ہاتھ غیب سے آئے اور آپ کا ازار بند باندھ کر غائب ہو گئے۔ مگر آپ نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔ حالانکہ ہزار کوڑے مارے گئے۔ پھر امام صاحب کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر کشتی میں سوار کر کے دریائے دجلہ

میں ایک کشتی میں بٹھایا گیا تاکہ انہیں مامون الرشید کے پاس ''رے'' شہر میں پہنچایا جائے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بندے ہاتھوں سے دعا کی یا اللہ مجھے موت آجائے تاکہ میں اس ظالم کے سامنے پیش ہونے سے بچ جاؤں یا اسے موت آجائے تاکہ میں اس ظالم کو نہ دیکھ سکوں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی۔ ہم تیسرے روز دریائے دجلہ میں کشتی پر سوار تھے کہ ایک سرکاری گھوڑ سوار نے یہ بتایا کہ مامون الرشید فوت ہو گیا ہے میں بغداد اطلاع دینے جارہا ہوں۔ ہماری کشتی وہیں سے ہی بغداد کی طرف موڑ دی گئی اور مجھے پھر بغداد کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ (البدایہ ونہایہ)

اس کے بعد مامون الرشید کا دوسرا بھائی خلیفہ بنا۔ اس نے جیل سے مجھے اپنے دربار میں بلایا اور کہا ''یا اَحْمَدْ اَشْفِقْ عَلَیْکَ کَشَفَقَتِیْ عَلیٰ اِبْنِیْ اَحْمَدْ۔ (ترجمہ) اے احمد تم میری بات مان اور اپنے موقف سے پھر کر قرآن کو مخلوق تسلیم کر۔ میں تم پر ایسے ہی شفقت کروں گا جیسے اپنے بیٹے احمد پر کرتا ہوں۔ تمہیں اپنی سلطنت کا شیخ الاسلام بناؤں گا۔ چیف جسٹس بھی بنا سکتا ہوں۔ امام صاحب نے جواباً فرمایا دنیوی پیش کشوں سے میرا ایمان اور ضمیر نہیں خریدا جا سکتا۔ میں کسی منڈی کا مال نہیں ہوں۔ ایتونی من کتاب اللہ و من سنت رسول اللہ ترجمہ اگر مجھے منانا ہے تو اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کوئی دلیل پیش کرو۔ مامون کے بعد معتصم باللہ ان جبر و زیادتیوں میں اور آگے بڑا۔

(جاری)

دین سیکھنے کی فضیلت

تھوڑی دیر بیٹھ کر دین کے سمجھنے یعنی تفقہ میں بسر کرنا میرے نزدیک رات بھر نمازوں میں جاگنے سے بہتر ہے۔ (حضرت ابوھریرہؓ)

Scanned with OKEN Scanner

گذشتہ سے پیوستہ

تصوف اسلامی

درس مثنوی

عیسائیوں کا یہودی وزیر کی اطاعت کرنا

یہودی وزیر نے عیسائیت کے روپ میں ان لوگوں کے دل جیت لئے اور وہ اس کو حضرت عیسیٰؑ کا نائب سمجھنے لگے حالانکہ وہ ملعون اندر سے کانا دجال تھا۔ یہاں پر مولانا رومیؒ ایک اہم مضمون بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ ہم لوگ بھی اسی طرح نفس اور شیطان کے دھوکہ میں پھنس جاتے ہیں اور وہ شیاطین کبھی بشکل انسان ہمیں اپنے دام میں پھنساتے ہیں اور کبھی بشکل جن۔ لہذا نفس اور شیاطین کے حملوں سے بچنے کے لئے سب سے زیادہ طاقت ور ہتھیار جو ہے وہ صرف دعا ہے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اب مولانا رومیؒ ان الفاظ میں اللہ رب العزت کے دربار میں گریہ وزاری کرتے ہیں ے

صد ہزاراں دام ودانہ است اے خدا ما چو مرغانِ حریص و بے نوا
دمبدم پابستۂ دام نوایم ہر یکے گر باز وسیمرغے شویم
می رہانی ہر دمے مارا و باز سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
ما دریں انبان گندم می کنیم گندم جمع آمدہ گم می کنیم
می بیندیشیم آخر ما بہوش کیں خلل در گندم است از مکر مُوش
موش تا انبانِ ماحفرہ زدہ است از فنش انبارِ ما خالی شدہ است
اول ایجان دفع شر موش کن وانگہ اندر جمع گندم جوش کن
گر نہ موشے دزد دز انبانِ ماست گندم اعمال چل سالت کجاست

ترجمہ: اے خدا لاکھوں جال اور دانے ہیں اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں۔

ترجمہ:۔ ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں اگر چہ ہم سب باز اور سیمرغ بنجائیں۔

باز ایک شکاری پرندہ ہوتا ہے اور سیمرغ بھی ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو عنقا بھی کہتے ہیں اور کوہِ قاف میں رہتا ہے)

Scanned with OKEN Scanner

ترجمہ۔ تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر ہم دوبارہ کسی جال کی طرف چل دیتے ہیں، اے بے نیاز خدا۔

ترجمہ۔ ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں۔ جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں۔

ترجمہ۔ جب ہم عقل سے سوچتے ہیں تو گیہوں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے پاتے ہیں۔

ترجمہ۔ چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کرلیا ہے اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہوا ہے۔

ترجمہ۔ اے عزیز پہلے چوہے کی شرارت کو دفع کر پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر۔

ترجمہ۔ اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے۔ تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

دواہم باتیں: یہودی وزیر کا جو قصہ مولانا نے بیان کیا اس کے ظاہر میں بھی ایک بڑا سبق ہے کہ ہمیں یہودیوں کی چالوں سے ہمیشہ ہشیار رہنا چاہئے۔ یہ لوگ اپنے مخالف کو زیر کرنے کے لئے ہزاروں تدبیریں کرتے ہیں اور اس وقت بھی پورے عالم میں جو شر و فساد پھیلا ہوا ہے اس کے پیچھے یہودیوں کا شاطرانہ ذہن کام کرتا ہے انہوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کو اپنے اپنے عہد میں حد سے زیادہ تکلیف پہنچائی ہے اور اس وقت بھی یہ قوم مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے ہزاروں سازشیں کر رہی ہے۔ ان کے اندر اپنی بڑائی کا زبردست زعم ہے۔ خارجی طور پر جو عیسائیوں اور یہودیوں کا گٹھ جوڑ ہمیں نظر آیا ہے اس کا اصلی سبب ان دونوں اقوام کا مسلمانوں کے ساتھ دشمنی ہے۔ ورنہ ان کے درمیان بھی مذہبی اعتبار سے گہرے اختلافات ہیں۔ یہودی قوم نے ہی حضرت مریم پر بدکاری کا بہتان باندھا۔ یہی لوگ حضرت عیسیٰؑ کو جان سے مار ڈالنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ قدر مشترک (commom factor) عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان صرف مسلمانوں کی دشمنی ہے۔

اس کے علاوہ اس قصہ میں ایک سبق ہمارے لئے یہ بھی ہے کہ جس طرح یہودی وزیر عیسائیوں کے اندر گھس کران ہی کے روپ میں عیسائیوں کو نقصان پہنچانے کے در پے تھا اسی طرح ہمارا نفس بھی چوہے کی طرح ہمارے اعمال کی بوری کو ضائع کرتا ہے۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ پہلے نفس کے شر سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو یعنی اخلاص سے کام کرو۔ دکھاوا اور تکبر چھوڑ و پھر اعمال قابل اعتبار ہوں گے۔ مولانا ہمیں خبردار کرتے ہیں کہ اگر ہمارے اعمال کے ذخیرہ میں چوہا یعنی (نفس) نہیں لگ رہا ہے تو چالیس سال سے جو اعمال ہم کر رہے ہیں ان کے انوار و برکات کہاں ہیں؟ اللہ کے ساتھ محبت کے آثار کیوں نہیں اپنے اندر پا رہے ہیں اور اس ناپاک دنیا سے بغض کیوں نہیں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام کے نزدیک سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ نفس کو قابو میں لایا جائے احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے جیسے فرمایا گیا المجاھد من جاھد نفسہ، یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے

Scanned with OKEN Scanner

ساتھ جہاد کرے۔ یا ایک جنگ سے واپسی پر حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ دشمن کو زیر کرنے سے زیادہ مشکل کام نفس کو زیر کرنا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اللہ فرماتا ہے۔ ونهى النفس عن الهوىٰ ○ فان الجنة هي الماوىٰ ○ ترجمہ:۔ اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا تھا تو جنت ہی اُسکا ٹھکانہ ہوگی۔ (سورہ النازعات آیت نمبر 41,40)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قد افلح من زكها ○ و قد خاب من دسّها ○ ترجمہ:۔ فلاح اُسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنالے۔ اور نامراد وہ ہوگا جو اس کو (گناہ میں) دھنسادے۔ (سورہ شمس آیت نمبر ۹،۱۰)

توفیق باری تعالٰی بڑی نعمت ہے:۔ اس قصہ کی روشنی میں مولانا ہمیں نصیحت فرمارہے ہیں کہ توفیق باری تعالٰی ہی سے آدمی کی مشکلات آسان ہوجاتی ہیں لہٰذا ہمیں اللہ سے توفیق مانگنی چاہئے۔ اللہ کی توفیق شامل حال ہوجانے سے نفس اور شیطان پر قابو پانا آسان ہوجاتا ہے۔ اور یہ توفیق ملنا اللہ کی بڑی عنایت ہے

چوں عنایات شود با ما مقیم　　کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم　　چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ترجمہ:۔ جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہوجائیں گی تو اس کمینہ چور کا ڈر کب ہوسکتا ہے۔

ترجمہ:۔ اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں۔ جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں۔

جاری

ایک کامیاب انسان

اپنی معذوریوں کو پہچانو۔ اپنی صلاحیتوں کا اندازہ لگاؤ۔

اور زندگی میں کامیابی یقینی ہے۔

(اقبالؒ)

Scanned with OKEN Scanner

(مکتوبات مع اظہار رائے)

﴿مکتوب بنام راہِ نجات﴾

از سنور کلی پورہ

جناب بانئے سر پرست تۄہ مبارک آستن
جناب نائب سر پرست گل تہ گلزار فلن
جناب ایڈیٹر کیا بات رات پورم راہِ نجات
محمد سنوؔر حل مشکلن گل تہ گلزار فلن

۱: جناب بانی وسرپرست
۲: جناب نائب سرپرست
۳: جناب ایڈیٹر، پبلیشر اونر

اسلام علیکم ورحمۃاللہ و برکاتہ

پرسوں مجھے ماہنامہ راہِ نجات پر نظر پڑی، راہِ نجات کے تمام مضامین بڑی پیار و محبت کے ساتھ پڑھے۔ پڑھ کر کافی مسرت ہوئی ہے۔ ان کے مضامین جیسے نگاہِ اولین، مولانا سید عبدالولی حسنی اور عقیدہ توحید، پیام حق کا روشن ستارہ ، شرعی وفقہی اصطلاحات کی وضاحت سوال و جواب کی روشنی میں وغیرہ۔ دل میں کافی خوشی ہوئی کہ ہمارے بارہمولہ میں راہِ نجات ماہنامہ شائع ہوتا ہے۔ دل کی عمیق گہرئیوں سے جنابوں کو مبارک بات دیتا ہوں۔ خدا کرے ماہ نامہ راہِ نجات دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے انشاءاللہ۔

آپ کا تابعدار اور دعا گو

میر غلام محمد سنوؔری سنور کلی پورہ ماگام تحصیل بیروہ
ڈاک خانہ ماگام برانچ پوسٹ آفس سنور کلی پورہ

(رسائل لکھنے پڑھنے کا شوق رکھتا ہے۔ حال ہی میں خاکسار نے ایک قلمی نسخہ قرآن مجید ہاتھ سے ڈھائی سال کی مدت میں لکھا ہے۔ ساتھ ہی جناب قاسم شاہ صاحبؒ بخاری کا کشمیری ترجمہ بھی ہاتھ سے لکھا ہے، جس کی نقاب کشائی بھی کی گئی ہے)

غلام محمد سنوؔری

Scanned with OKEN Scanner

Decleration of Ownership &other details Form 4 Rule 8

Name of Paper:*Rah-i-Najaat*

Place of Publication :*Baramulla*

Periodicity of Publication :*Monthly*

Editor :*Muneer Ahmad Wani*

Adress:*Fatehgrah Baramulla*

(Kashmir)B.P.O:Heevan.PIN:193101

Printer &Publisher :*Muneer Ahmad Wani*

Nationality: *Indian*

Adress(Office):*Lone Shopping Complex Opp.Sherwani Hall*

Baramulla

Ownership:*Muneer Ahmad Wani*

Printer/Publisher/Owner,declare that the above information is

correct to the best of my knowledge and belief.

Pages 64 Excuding Title Cover

Phone No's

:9797087730,9906518328,9596002936,01952234180

E.Mail:salik_bilal@yahoo.com

Postal:adress

Head Office :Lone Shopping Complex

Opp.Sherwani Community Hall Baramulla

Scanned with OKEN Scanner

RNI NO: JKURD/2011/45419
Postal Redg. No JK/137/2011-20114

Monthly
RAH-I-NAJAAT
BARAMULLA

راہِ نجات

بے خبر بن کے نہ رہ پہچان لے اللہ کی ذات — ڈھونڈ لینا کام ہے تیرا یہاں راہ نجات

خواب غفلت میں مگر جس نے گزاری زندگی — مر کے ملتی ہے کہاں اس کو وہاں راہ نجات

چشم بینا ہو عطا جس صاحب ذی ہوش کو — پا ہی لیتا ہے وہ منزل ہے جہاں راہ نجات

تھام لے دامن محمد ﷺ اور اس کی آل کا — چھوڑ کر ان اہل حق کو ہے کہاں راہ نجات

وہ ہدایت کے ستارے یعنی اصحاب کرامؓ — پورے عالم میں صدا دی ہے قرآں راہ نجات

بو حنیفہؒ جاگنے والا وہ راتوں کو سدا — ہے کیا آسان تر جس نے بیاں راہ نجات

شافعی و مالکی و حنبلی سب اہل حق — حق کی خاطر تھا زباں پر ہر زماں راہ نجات

اولیاء و اصفیاء و اتقیاء و اذکیاء — مرتے دم تک تھا برابر بر زباں راہ نجات

عمر بھر عاصی سدا اس فکر میں ڈوبا رہا — فکر کی پنہائیوں میں ہے نہاں راہ نجات

(عاصی فتح گڈھی)

Printed and Published by : *Muneer Ahmad Wani* *Printed at : *Universal Printing Press Baramulla* :Publised From: *Baramulla Kashmir*.
Editor : *Muneer Ahmad Wani* *E mail : Salik_bilal@yahoo.com

Scanned with OKEN Scanner